جلد 24 شمارہ 6 ماہ جولائی 2022ء ذی الحج 1443ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

اللہ

صداقت

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد و اذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❁❁❁ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
دل کی بات	ادارہ	1
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی سیرت کے چند پہلو	قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ	3
پراسرار بندے	پیر خان توحیدی	15
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک انقلابی شخصیت	ماجد محمود توحیدی	23
فرامین حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ	حافظ محمد یٰسین	30
محمد صدیق ڈارؒ کی شخصیت کے چند پہلو	ماجد محمود توحیدی	39
محمد صدیق ڈار توحیدیؒ بطور شیخ سلسلہ	ماجد محمود توحیدی	43
سنہری یادیں	عزیز عارف	49
یادِ رفتگان	پیر خان توحیدی	53
محمد صدیق ڈار صاحبؒ ایک عہد ساز شخصیت	محمد عتیق عباسی	56

دل کی بات

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا یومِ ولادت (۲۹ جولائی ۱۸۹۳ء)، شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ کا یوم پیدائش (۲ جولائی ۱۹۳۵ء) اور یوم وفات (۷ جولائی ۲۰۱۳ء)

سلسلہ عالیہ توحیدیہ فقراء کی جماعت ہے۔ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس جماعت کی بنیاد رکھی اور آپؒ کے وفا شعار مرید جناب محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ نے اس جماعت کی سرپرستی میں ایک بہترین دور گزارا۔ مبالغہ آرائی سے بالاتر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم توحیدیوں کے شب و روز میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب ہم اپنے ان محسنوں کو یاد نہ کرتے ہوں۔ اس کے باوجود ہم اپنے ان بزرگوں کا یوم ولادت بھی مناتے ہیں اور یومِ وفات بھی۔ ہمارے ہاں اس حوالے سے کوئی دن مخصوص نہیں مگر ہم اپنے علاقائی حلقہ جات میں حسبِ سہولت کسی دن مقامی طور پر مل بیٹھتے ہیں۔ ہم ان بزرگوں کی ارواح کے ایصالِ ثواب کیلئے ختم قرآن یا دعائیہ کلمات ادا کرتے ہیں، سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کا اعادہ کرتے ہیں، اور اللہ کے حضور اس تعلیم کو پا لینے پر اظہارِ تشکر بھی کرتے ہیں۔ ہماری ان محافل میں کہیں بھی شخصیت پرستی، پیر پرستی، یا قبر پرستی جیسی کوئی بات ہرگز نہیں ہوتی۔ ہمارے ان بزرگوں نے ہمیں اپنی ذات سے بالاتر ہو کر خالصتاً اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت اور اطاعت سے بھرپور اسلامی تصوف کی تعلیم دی۔ اسی تعلیم کو اب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ بابا جان محمد یعقوب صاحب توحیدی ہمارے دلوں میں اجاگر کرنے کیلئے شب و روز کوشاں ہیں۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ صدیوں پر محیط تصوف کی تاریخ میں ایک 'بریک تھرو' ہے۔ تصوف میں

ہمیشہ مریدین کے سامنے بزرگ رہے ہیں جنہیں مرنے کے بعد ان کے مریدین نے وقت کے ساتھ عجیب وغریب اور مافوق الفطرت ہستی کے طور پر پیش کیا۔شاید یہی وجہ تھی کہ یہ بزرگ مر بھی گئے تو ان کی قبروں کو پوجا گیا۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے منصب پر موجود زندہ بزرگ ہی اس سلسلہ کے مریدین کے مرشد ہیں،تمام تر تعلیمات اور انداز وہی رہتے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے جو بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اس روحانی سلسلہ کیلئے تحریر فرما دیے۔نہ تو بانیٔ سلسلہؒ نے اپنی شخصیت کو اپنے سلسلہ کی تعلیمات پر مقدم رکھا اور نہ ہی ان کے بعد آنے والے کسی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ نے ایسی کوئی تعلیم دی۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کما حقہ وہی رہنی ہیں۔

ہمیں دی جانے والی تعلیم کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ ہم نے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کو پورے دھیان سے یاد رکھنا ہے،اس کی یاد کو اپنی ہر اندر جانے والی اور ہر باہر آنے والی سانس کے ساتھ بسانا ہے، یہ کوشش کرنی ہے کہ کوئی سانس اللہ کی یاد سے غافل نہ گزرے۔اس کے علاوہ بھی جہاں ہمارے مرشد ہمارے قلوب میں اللہ کی دید کی خواہش اور اس کیلئے خاص سوز وگداز کو اپنے روحانی فیض اور توجہ سے نمو دیتے ہیں تو وہاں اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ رحیم وکریم کے حضور اسی طرح سپرد کرنے کا درس بھی دیتے ہیں جیسا اللہ تعالیٰ کو ہمارا سپرد ہونا مطلوب ہے۔ساری کی ساری تعلیم محبوب خدا رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ پر چلتے ہوئے اللہ کی خالص بندگی میں آجانے کی ہے۔تاکہ انسان اپنے مالک کی رضا کو پالے اور اس کے قرب اور لقا سے مشرف ہو۔

(ادارہ فلاح آدمیت)

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی سیرت کے چند پہلو

(قبلہ محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مقصودِ حیات: آپؒ کا مطمعِ نظر آپ کے بقول: ''ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحبِ علم، صاحبِ عرفان اور صاحبِ تحقیق ہو، کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف اور محقق کہاں نظر آتے ہیں۔'' آپؒ کا مقصدِ حیات ''رویت باری تعالیٰ کا حصول تھا''۔

آغازِ بیعت: آپؒ نے کبھی بھی ایک پیر کی حیثیت سے منظر عام پر آنا پسند نہیں فرمایا تھا۔ ملازمت کے دوران ہی لوگ آپؒ کی طرف متوجہ ہونے لگے جس نے جو دعا بھی کرائی اللہ تبارک و تعالیٰ نے قبول فرمالی اور آپؒ کی بزرگی کا چرچا ہونے لگا۔ آپؒ اپنے قریب آنے والوں کو وعظ و نصیحت فرماتے اور اللہ کی رضا کی خاطر روحانی فیض سے مخلوقِ خدا کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپؒ سے ملنے والے زیادہ تر لوگ پاک فضائیہ سے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پاک فضائیہ کے لوگ ہی کاروانِ محبت و صداقت کا ہراوّل دستہ بنے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد: آپؒ ۱۹۵۳ء میں اپنے مقصودِ حیات یعنی ''رویت باری تعالیٰ کے حصول'' سے ہمکنار ہوئے۔ آپؒ کو اپنا مقصودِ حیات مل گیا تو آپؒ نے کراچی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی ۱۹۵۳ء میں بنیاد رکھ کر اس فیض کو عام کیا۔ تھوڑے ہی

عرصہ میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کراچی سے پاکستان ائیرفورس کی تمام چھاؤنیوں میں متعارف ہوگیا اور کئی جگہ اللہ کے ذکر کے باقاعدہ حلقے قائم ہوگئے۔ پاک فضائیہ کے لوگوں ہی کے توسط سے یہ دعوتِ محبت وصداقت چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں تک پہنچتی چلی گئی۔

فرمودات: ۱۹۷۲ء میں ملتان میں سالانہ اجتماع پر آپؒ نے فرمایا کہ ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے ۱۹۵۰ء میں یہ مبارک کام شروع کیا تھا۔ اس وقت میں بالکل اکیلا تھا اور آج بائیس برس بعد آپ دیکھتے ہیں کہ بفضلِ خدا میرے ساتھ چار پانچ ہزار آدمی ہیں۔ جن میں سے کئی سو ولی کامل ہیں اور باقی بھی خالی نہیں، روحانیت میں خاصا بلند مقام رکھتے ہیں۔ چونکہ ہم لوگ یہ کام بطور پیشہ نہیں کرتے اور فقیری وضع قطع اختیار کیے بغیر دنیا کے تمام کام سرانجام دیتے ہوئے **''اللّٰہ اللّٰہ''** کرتے ہیں اور مدارجِ روحانی کا اکتساب کرتے ہیں، اس لیے دنیا والوں کی نظر سے بچے ہوئے ہیں یعنی مشہور نہیں ہیں۔''

آپ براہِ راست نصیحت نہیں کرتے تھے۔ اندازِ نصیحت یہ تھا کہ دوسروں کو مخاطب کر کے عام انداز میں سمجھاتے تھے۔ متعلقہ افراد خود ہی جان جاتے تھے کہ انہیں یہ نصیحت کی جا رہی ہے۔ محفل میں رات دیر تک گپ شپ جاری رہتی۔ جب رات کے بارہ بجتے تو محفل برخاست کر دیتے پھر نمازِ عشاء کی تیاری کرتے۔ نمازِ عشاء آپؒ خود بھی بہت دیر سے پڑھتے اور دیر سے پڑھنے کو پسند فرماتے۔

آپؒ کی محفل میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ بڑے بڑے دنیا دار اپنی دنیاوی جاہ وحشمت کو پس پشت ڈال کر ایک عام انسان کی طرح محفل میں بیٹھتے تھے۔ آپؒ کا پیار، محبت اور خصوصی توجہ حاصل کرنے کا واحد طریقہ آپؒ کی بتائی گئی تعلیمات پر ذوق وشوق سے

عمل کرتا تھا۔ آپؒ ان بزرگوں میں سے بھی نہ تھے جو اپنے پاس آنے والے اعلیٰ دنیاوی مناصب پر فائز لوگوں پر فخر کرتے ہیں۔ کبھی بھی ایسے لوگوں کا تذکرہ آپؒ کی محفل میں نہیں ہوتا تھا۔

آپؒ اپنے انہیں بیٹوں پر فخر کرتے جو اعلیٰ روحانی مراتب پر فائز ہوتے، جو راہِ سلوک پر پورے ذوق وشوق اور استعداد سے گامزن ہوتے، ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ کبھی کبھی خوشی اور فقیرانہ جوش میں کر دیتے۔ محفل میں آنے والے لوگ آپؒ کے پیاروں کو خوب جانتے تھے۔ آپؒ نظم وضبط کے سخت پابند تھے۔ اس میں کمی بیشی پر واشگاف الفاظ میں تنبیہ کر دیتے تھے۔ نظم وضبط اور طے شدہ معاملات میں نہ تو خود کسی لچک کا مظاہرہ کرتے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کی گنجائش کا موقع دیتے تھے۔ اگرچہ بے تکلفی آپؒ کا شعار تھا مگر آپؒ اپنے حلقہ والوں کو ہدایت کرتے کہ اعلیٰ دنیاوی عہدوں پر فائز اپنے پیر بھائیوں سے ہرگز بے تکلفی نہ برتیں اور ان کے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے ان سے ملیں۔

آپؒ کی محفل میں طرح طرح کے لوگ آتے۔ جن میں مختلف مذاہب، فرقوں اور عقائد کے لوگ بھی ہوتے تھے۔ آپؒ نے روحانی فیض اور توجہ سے تعمیر سیرت واخلاق پر توجہ دی۔ آپؒ جدید تعلیم سے آراستہ نئی نسل کے نوجوانوں کو بہت پسند کرتے۔ آپؒ کی محفل میں اگر کوئی دینی مسائل پر فتویٰ لیتا تو آپؒ فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ بلکہ فتویٰ پوچھنے والے کو کسی مفتی سے فتویٰ لینے کی ہدایت فرماتے۔

آپؒ دینی فرائض اور اختیاری کاموں کے لیے دعا نہیں کرتے تھے۔ ایسے امور کے بارے میں کہہ دیتے کہ فرض کی تعریف ہی یہ ہے کہ جی چاہے یا نہ چاہے اسے کرنا ہی پڑتا ہے۔ البتہ نوافل کے بارے میں ایسا کر سکتے ہیں۔

روحانی سلوک: آپؒ فرماتے ہیں کہ ”دوسرے سلسلوں کی معراج اور آخری منزل کشف وکرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ ہمارے سلسلہ کا آخری مقصد اللہ کا قرب، عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔“

دیدار باری تعالیٰ کا تصور تو تاریخ انسانی یا تاریخ تصوف میں کوئی نئی بات نہیں۔ چند اکابرینِ تصوف اور دیگر ہستیوں کو دیدار باری تعالیٰ ہوا۔ اس کا ذکر کتبِ تاریخ وتذکرہ میں کسی نہ کسی انداز سے مل جاتا ہے۔ آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے روحانی سلوک کی معراج ”ذات بحت کا دیدار“ کو قرار دے کر تصوف کی تجدید کی۔ اس سے پہلے کسی بزرگ نے اجتماعی سطح پر ذات بحت کے دیدار کے حصول کی بات تک نہیں کی۔ اجتماعی سطح پر ذات بحت کے دیدار کے حصول کا تصور تاریخ تصوف میں ایک نئے باب کا آغاز ہے۔

اسلوب انبیاء پر تنظیم توحیدیہ: اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء بھیجے سب انسانیت کو شرک وگمراہی سے نکال کر خالص اللہ کی بندگی کی طرف تعلیم دیتے تھے۔ انبیائے کرامؑ کے بعد امتِ مسلمہ کو امتِ وسطیٰ کہہ کر یہ ذمہ داری اس کے سپرد کی گئی ہے۔ حالاتِ حاضرہ کی بڑھتی ہوئی ابتر صورتِ حال کے پیشِ نظر علمائے کرام اور صوفیائے عظام پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ آپؒ نے تصوف کی اسی انداز پر ترویج وتنظیم کی جس انداز پر رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات ہیں۔ آپؒ نے اپنے سلسلہ کو تمام وقتی آلائشوں سے پاک کر کے قرآن وسنت کی روشنی میں اسی طریقہ کار پر منظم کیا جس سے انسان انسانوں کی بندگی سے نکل کر اللہ کی بندگی میں آ جائیں۔ جہاں ایمانیات پر کماحقہٗ یقین محکم ہو اور عملی میدان میں پایۂ استقلال میں ذرہ برابر لغزش نہ آئے۔

صحوی تصوف کی تعلیم: آپؒ نے ”صحوی تصوف“ کو اپنایا اور اس کی تعلیم کو عام کیا

صحوی اور سکری تصوف کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ تصوف خفتہ (سکری تصوف) انسانیت کی افیم ہے۔ خفتہ تصوف والے صوفی فرشتہ تو بن سکتے ہیں لیکن انسان نہیں رہتے" میں نے ایک مرتبہ اپنے شیخ مولانا کریم الدین احمدؒ سے پوچھا کہ قبلہ یہ خفتہ تصوف کیا ہے اور خفتہ تصوف والے صوفی کون ہیں؟ فرمایا کہ آج کل تو ہزار سچے صوفیوں میں سے 999 خفتہ صوفی ہی ہیں۔ ان کو نہ خدا کا پتہ ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی صفات کیسے کام کرتی ہیں۔ نہ اشیاء کی معرفت حاصل ہے۔ نہ انسانی فطرت کی خبر ہے۔ یہ زندگی کے راز سے باخبر ہیں نہ دورِ حاضر کے مسائل سے واقف۔ ہر وقت روحانی کیف و استغراق میں مدہوش و مبتلا۔ "لا اور پلا' لا اور پلا" کی تکرار میں کھوئے رہتے ہیں۔ ان کو اپنا ہی پتہ نہیں، دوسروں کی کیا اصلاح کریں گے اور قوم کو سیدھا راستہ کیا بتائیں گے۔

جس صوفی یا بزرگ میں روحانی طاقتیں ہوں اور وہ ان کو اجتماعی طور پر قومی اصلاح و فلاح کے لیے صَرف نہ کرے خود ہی مزے لوٹتا رہے وہ حضور اکرم ﷺ کا سچا پیروکار نہیں ہے اور یہ لوگ انفرادی طور پر جو کچھ فائدہ دعا یا کرامات کے زور سے پہنچاتے بھی ہیں وہ کوئی خاص قابلِ قدر چیز نہیں ہے بلکہ اس سے قوم کو الٹا نقصان پہنچتا ہے۔ لوگ اللہ کو چھوڑ کر خود انہی کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی قبریں پوجتے ہیں اور قوم اسلام سے ہٹتے ہٹتے مشرک ہو جاتی ہے، اس سے زیادہ نقصان اور کیا ہوگا۔"

"صحوی تصوف کے معنی ہیں تصوف بیدار، سکری تصوف کے معنی ہیں تصوف خفتہ۔ جب تک کسی قوم کے صوفیوں میں تصوف بیدار کارفرما ہوتا ہے وہ قوم برابر ترقی کرتی رہتی ہے۔ اس قوم میں زندگی، خوشی، خوش حالی اور فارغ البالی کا دور دورہ رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قوم کے صوفی یعنی روحانی علماء زندگی کے تمام رازہائے سربستہ اور انسانی فطرت سے

خوب واقف ہوتے ہیں اور یہی تعلیم وہ اپنے مریدوں اور اپنی قوم کو دیتے ہیں۔تصوف بیدار صوفی میں دانشمندی،فراست اور دانشوری پیدا کرتا ہے۔ایسے صوفی بین الاقوامی مسائل اور اپنے معاشرے اور قوم کی خوبیوں اور خامیوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ یہ لوگ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو کشف سے کم لیکن اپنے علم وفراست سے زیادہ معلوم کرتے ہیں اور اپنی قوم کے لیے اپنے علم وفراست کی روشنی میں ایک ایسا لائحہ عمل اور دستور پیش کرتے ہیں کہ اگر قوم اس پر کاربند رہے تو دوسری قوموں سے کبھی شکست نہیں کھا سکتی اس کو ہرگز زوال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی رہتی ہے۔'' آپؒ فرماتے ہیں کہ ''میں آپ کو صحوی تصوف سکھانا اور انسان کامل بنانا چاہتا ہوں۔میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ حقائق کو چھوڑ کر کوائف میں کھو جائیں۔دنیا کا کوئی کام نہ کریں،توکل کی چادر اوڑھے شراب معرفت کے نشہ میں مست پڑے کرامتیں دکھایا کریں۔میں جس راستہ پر آپ کو چلانا چاہتا ہوں وہ بالکل ہمارے سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کے نقشِ قدم پر جاتا ہے۔جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ملا لو۔اگر میں کہیں غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کردو، میں اپنے طریقے میں بڑی خوشی سے ترمیم کرلوں گا۔''

سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے وابستہ افراد چونکہ روایتی انداز فقیری سے بچے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے اکثر وبیشتر وہ ان روحانی رازوں کو معمول کی کاروائی یا عام بات ہی خیال کرتے ہیں وہ ان کیفیات سے بدرجہ اتم واقف ہوتے ہیں۔اعلیٰ ترین مقامات پر ہوتے ہوئے بھی اسے کچھ نہیں سمجھتے۔اس کی فطری وجہ یہ ہے کہ ان کے مدِنظر ذات باری تعالیٰ کا قرب،لقاء،اور عرفان ہوتا ہے۔اس مقصود حیات کے سامنے تو دیگر روحانی مقامات کچھ بھی نہیں۔

جدید ذہن کی تسکین: جدید دور میں ہونے والی سائنسی ترقی اور برق رفتار تبدیلیوں کا اثر انسانی ذہن پر بہت گہرا ہے۔ آج کا اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان ہر چیز کو تنقیدی اور تحقیقی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے نتائج بھی اسی انداز سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مذہب اور ایمانیات کے بارے میں بھی یہ انسان کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ جیسے سوالات اٹھاتا ہے۔ بڑے بڑے مفکرین اور علمائے دین ایسے انسان کو لاجواب تو کر سکتے ہیں مگر کسی طرح سے بھی اندرونی طور پر مطمئن نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ ملحد اور بے دین نہ بھی ہوں تو کم از کم ان کا ایمان متزلزل ضرور ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں میں سے اکثر روحانیت کے طالب بھی ہوتے ہیں اور تصوف کے ذریعے اپنے سوالات کا جواب حاصل کر کے مطمئن ہونا چاہتے ہیں۔ صوفیائے کرام کی اکثریت علوم جدیدہ سے عدم واقفیت کی وجہ سے ایسے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کی تسلی نہیں کر پاتی۔ ایسے افرادِ معاشرہ کو نا قابلِ اصلاح قرار دے کر کافر اور بے دین ہونے کے لیے نہیں چھوڑا جا سکتا۔

آپؒ نے ایسے ہی متلاشیانِ حق کو تصوف سے آشنا کر کے اللہ کا راستہ دکھانے اور ان کے قلوب کو جگمگانے کے لیے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی۔ آپؒ ایسے لوگوں کی ذہنیت، نظریات، اندازِ فکر اور طرزِ استدلال سے بخوبی واقف تھے اور ظاہری و باطنی دونوں طرح سے ان کی تسلی کر سکتے تھے۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ سلسلہ مغربی اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔"

اعلیٰ معیار سالکین کا انتخاب: تصوف کے اکثر سلسلوں میں ہر آنے والے کو مرید کر لیا جاتا ہے۔ بہت کم سلسلے ایسے ہیں جن میں معیار کو ترجیح دینے کی بات لکھ دی گئی ہے یا زبانی طور پر کہی جاتی ہے مگر عملی صورتِ حال اس کے بالکل ہی برعکس نظر آتی ہے۔

آپؒ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی صورت میں تعلیمات تصوف کی ہر انگ اور ہر پہلو سے تجدید فرمائی۔عمومیت کا رنگ ضرور دیا مگر اس کے ساتھ ساتھ تعداد کی نسبت معیار کو ہمیشہ فوقیت دی آپؒ کے سلسلہ میں نئے آنے والے سالکین کو فوری طور پر تعداد بڑھانے کے نقطہ نظر سے ہرگز قبول نہیں کیا جاتا۔آپؒ نے خود بھی اسی اصول پر عمل کیا اور آئندہ کے لیے بھی یہی ضابطہ مقرر فرمایا کہ

''شیخ کو چاہیے کہ اندھا دھند ہر ایک کو طالب نہ بنائے نہ مرید کرے اور یاد رکھے کہ یہ سلسلہ خصوصاً مغربی تعلیم یافتہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی اصلاح کے لیے قائم کیا گیا ہے۔مریدوں کی تعداد بڑھا کرنا اہل لوگوں کا لشکر جمع کر لینا مقصود نہیں ہے۔سلسلے میں کم سے کم آدمی ہوں تو پرواہ نہیں لیکن جو ہوں وہ زیادہ سے زیادہ روحانیت حاصل کر لیں اور ان میں زیادہ سے زیادہ اخلاقِ حسنہ پیدا ہو جائے۔دوسرے اہل لوگوں کو بھی بیعت کیا جا سکتا ہے مگر خوب ٹھوک بجا کر اور کافی عرصہ تک طالب رہنے کے بعد۔''

آپؒ نے فرمایا کہ ''سلوک طے کرنے تک مجھ کو یہ تجربہ ہو گیا کہ خدا سے تعلق زبان سے ذکر کرنے کی کثرت پر اس قدر منحصر نہیں ہے جس قدر دل سے اس کو ہر وقت یاد رکھنے اور اخلاق کا تزکیہ کرنے پر منحصر ہے۔''

تعلیمات تصوف کی عمومیت: تعلیمات تصوف کی راہیں چند مخصوص افراد تک محدود تھیں۔عام تاثر یہی تھا کہ تصوف کی تعلیمات چند افراد کا خاصا ہیں۔ان افراد کو یہ دولت کسی مقبرے، مزار کے گدی نشین یا سجادہ نشین سے ملتی ہے۔اس کے علاوہ یہ تصور تھا کہ یہ دولت بغیر کچھ عمل کیے مل جاتی ہے۔ایک ہی نظر سے کمال حاصل ہو جاتا ہے۔اس راہ کے متلاشی انتہائی دشوار اور بعض اوقات تو بہت ذلت آمیز راستوں سے گزرتے تھے۔اس کے بعد بھی یہ دولت اکثر ناپید ہوتی تھی۔

آپؒ نے تعلیم تصوف کو خصوصیت سے عمومیت کا رنگ دیا، نہ صرف اپنا نصاب طریقت مکمل طور پر لکھا بلکہ راہِ تصوف کی رکاوٹوں، مقاماتِ روحانی کے احوال کو ممکنہ حد تک آسان ترین پیرائے میں لکھ دیا۔ راہِ تصوف وسلوک کی خود ساختہ بندشوں کو ختم کر کے قابلِ عمل اور زبردست انداز دیا۔ یہ آپؒ ہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ جدید دور کا انسان جو کبھی رشک بھری نگاہوں سے بڑے بڑے بزرگوں کے مزاروں کو دیکھ کر، ان کی زندگی کے احوال کو پڑھ کر، ان کے مقام اور مرتبے کو حکایتوں سے جان کر یہ خیال کرتا تھا کہ اس مقام اور مرتبے کا حصول ناممکن ہے وہی انسان آج آپؒ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اس گوہر کو پا گیا ہے۔

غیر روایتی تنظیم سلسلہ: تعلیمات تصوف ہمیشہ سے ایک روایتی انداز میں چلی آ رہی تھیں، جس میں روحانی پیشوا ایک سجادہ نشین یا گدی نشین ہوتا تھا۔ ایک ہی سلسلہ میں ایک روحانی پیشوا کے بعد یا اس کی زندگی میں ہی اس کے کئی خلفاء اس کی تعلیمات کو پھیلاتے تھے۔ ہر خلیفہ بذاتِ خود روحانی پیشوا ہوتا تھا اور اپنے ہاتھ پر اپنے لیے نئے آنے والے لوگوں کو بیعت کر کے مرید کرتا۔ چونکہ ہر بزرگ کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے اس لیے ایک ہی روحانی سلسلہ کے لوگ جو کہ مختلف خلفاء کے ہاتھ پر بیعت ہوتے ان کا رنگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا۔ یہ تضادات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتے چلے جاتے تھے۔ آپؒ ایسی صورت کے برعکس اپنی تنظیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''ہمارے سلسلہ میں جماعتی تنظیم اور اجتماعی زندگی باقی سب جماعتوں سے کہیں زیادہ محکم اور مستحکم ہے۔ ہمارے ہاں وہ دقیانوسی طریقہ ختم کر دیا گیا ہے کہ ایک شیخ لاتعداد خلفاء بنا کر اپنے حلقہ کو وسیع کر لے۔ اس طرح اس پیر کی جماعت لاتعداد ٹکڑیوں میں بٹ جاتی ہے اور چونکہ ان خلفاء کے ماحول، اخلاق، ذہنیت اور علمیت وغیرہ میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے

اس لیے شیخ سلسلہ کی حقیقی تعلیم بحسنہٖ کسی ٹکڑی میں بھی باقی نہیں رہتی اور ان ٹکڑیوں کا باہمی ربط ختم ہو کر جماعت کی روح فنا ہو جاتی ہے۔" آپؒ کے وضع کردہ ضابطہ کے مطابق صرف ایک ہی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ ہوتا ہے۔ مجازین کرام کا اصلاحی کام تو دوسرے سلاسل کے خلفاء کی طرز پر ہوتا ہے مگر یک رنگی اور مرکزیت کے پیشِ نظر سب کا رجوع ایک ہی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس لیے سلسلہ توحیدیہ میں روایتی انداز سے پیدا ہونے والے انتشار کی بجائے ایک غیر روایتی تحریکی انداز اپنا کر استحکام پیدا کیا گیا ہے یہ اندازِ تنظیم سازی تصوف میں پہلے کہیں نظر نہیں آتا۔

وراثتی گدی نشینی کا تدارک: سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں جانشین کے تعین کے لیے آپؒ نے ایک ایسا لائحہ عمل وضع کر دیا ہے کہ جس میں شیخ سلسلہ کا منصب کسی طرح بھی وراثتی گدی نہیں بن سکتا۔ آپؒ نے جانشینی کے لیے یہ ہدایت تحریر فرمائی کہ "شیخ کو چاہیے کہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار مثلاً بیٹے، بھتیجے، بھانجے یا پوتے، نواسے وغیرہ کو اپنا جانشین ہرگز نہ بنائے۔ خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ ایسا کرنے سے حلقہ ایک وراثتی گدی نہ بننے پائے گا۔"

آپؒ نے فرمایا کہ حلقہ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کے منصب کی جانشینی ہمیشہ کیلئے غیر وراثتی رہے گی اور کوئی روحانی پیشوا اس بلند منصب کیلئے، ان اشخاص میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کر سکے گا جو اس کے خاندان کے افراد ہوں۔ جانشین ہمیشہ وہ شخص بن سکے گا جو بالکل باہر کا آدمی ہو، نہ ہی کوئی ایسا فرد جس کا آخری روحانی پیشوا کے خاندان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی رشتہ ہو۔ اس طرح سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں وراثتی گدی نشینی کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

جاہلانہ رسوم کا خاتمہ: وقت کے ساتھ ساتھ جاہلانہ رسومات اور گمراہ کن عقائد تعلیماتِ تصوف کا لازمی جزو بن گئے ہیں کہیں انسان اور کہیں مدفن حضرات حاجت روا اور مشکل کشا تصور کیے جا رہے ہیں۔ زندہ بزرگ مختلف انداز سے اپنے آپ کو سجدے کرا رہے ہیں یا قبروں پر مُردوں کو پوجا جا رہا ہے۔ اس پوجا اور پرستش کے انداز بھی جاہلیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ ستم در ستم یہ کہ ایسا کرنے والے صرف جاہل اور گنوار ہی نہیں بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ مریدوں سے نہ صرف زندہ پیروں بلکہ وفات یافتہ بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرائے آپؒ نے پیر اور مرید کا تعلق عقیدت، ادب اور فرماں برداری کے اصولوں پر قائم کیا۔ ان کی وضاحت میں شریعت کے ضابطوں کا خاص خیال رکھا۔ اپنے طریقۂ تصوف کی بنیاد ہی "توحید" پر رکھتے ہوئے اس نسبت سے "توحیدیہ" نام رکھا ہے تاکہ روزِ اول سے ہی کسی شرک کی گنجائش باقی نہ رہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی کے لیے اپنے سلسلہ میں کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ اس سلسلہ میں شیخ سلسلہ سے مریدین کا عمومی رشتہ ایک استاد اور شاگرد کی نوعیت کا ہے۔

نفس کشی سے نجات: تصوف میں مجاہدوں اور ریاضتوں کا ایک وسیع باب ہے۔ نفس کشی کے پرانے مجاہدے اور ریاضتیں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ آپؒ نے مجاہدوں کے ایسے تمام دستور یکسر ختم کر دیے ہیں۔ نفس کشی کے نظریہ کو باطل قرار دے کر آپؒ نے نفس پر قابو پانے کے نظریہ کو رواج دیا۔ آپؒ کا بتایا گیا طرزِ عمل جدید ادوار میں قابلِ قبول اور قابلِ عمل ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں: "پہلے زمانے کے بزرگ اپنے مریدوں کو نفس کشی کیلئے بھوکا رہنا، برسوں پیدل سفر کرنا، بھیک مانگنا، پاخانہ صاف کرنا اور محلوں میں جھاڑو دینا بتاتے تھے۔ آج کے انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کو یہ کچھ بتایا جائے تو کون ہے جو کرنے کو تیار ہو گا؟

اس کے بجائے میں نے صرف یہ بتایا ہے کہ غصہ اور نفرت کو نفی کر دو اور اس کی جگہ عالم گیر محبت اور ہر کام میں حق پر عمل کو اپنے اوپر فرض کر لو۔"

نذرانوں سے اجتناب: عام طور پر روحانی پیشوا کیلئے تحائف اور نذرانے اکٹھے کیے جاتے ہیں۔مریدین کے تحائف، نذرانوں اور عقیدت کے طفیل روحانی پیشوا کی مالی حالت یکسر بدل جاتی ہے۔مریدین کی طرف سے عقیدت مندی کے طفیل ان مالی اثاثوں کا حجم بعض دفعہ عام انسان کیلئے قابلِ رشک ٹھہرتا ہے۔آپؒ نے اپنے سلسلہ میں نذرانوں کے رواج کو ناپسند فرمایا۔

زندہ معاشرتی تحریک: آپؒ سستی اور کاہلی کو بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔تمام افراد معاشرہ کو ہر طرح سے متحرک دیکھنے کے خواہاں تھے۔آپ نے سلسلہ توحیدیہ میں بھی متحرک رہنے کیلئے ایک طریقہ بیان فرمایا کہ "ہمارے سلسلہ میں سستی اور بے کاری سے بچنے کیلئے یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی عمل میں مصروف رہو اور کچھ نہ کر سکو تو تعلیم میں ترقی کرو۔

اتحادِ امت: اُمتِ مسلمہ تو آج اَن گنت فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے ہر فرقہ خود کو ٹھیک اور باقی سب کو کفر و الحاد پر مبنی قرار دیتا ہے۔آپؒ نے ہر طرح کے گروہی، فرقی تفریق کو ختم فرمایا۔آپؒ تو اتحادِ امت کے اس قدر خواہش مند تھے کہ دیگر فرقوں کے حق و باطل تو اپنی جگہ آئمہ اربعہ کے پیروکاروں میں تفریق بھی گوارا نہ تھی۔آپؒ نے دینی عقائد کی اصلاح کرتے ہوئے ائمہ اربعہ، حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی تقسیم کو بھی ختم کرتے ہوئے اتفاق و اتحاد کا درس دیا۔فقہی مسائل اور فروعی تضادات کو قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق اعتدال پر لائے۔تضادات کو موضوع بحث بنانے کی بجائے متفقہ معاملات کو مدِ نظر رکھنے کی تلقین فرمائی۔آپؒ امتِ مسلمہ کو صحیح معنوں میں امتِ وسطیٰ دیکھنا چاہتے تھے۔

پراسرار بندے

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ بانئ سلسلہ عالیہ توحیدیہ)

(پیر خان توحیدی)

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و مرسلین اس دنیا میں مبعوث فرمائے ۔آخر میں ہمارے آقا و سردار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمت اللعالمین خاتم المرسلین بنا کر پوری کائنات کے لیے مبعوث فرمایا ۔ آپ نے کما حقہ رسالت کا حق ادا کرتے ہوئے بندگان خدا کو خدا سے ملا کر توحید کے روشن عقیدے کی ٹھیک ٹھیک تشریح کر کے انسانوں کو ہر خوف وخطرے، دشمنی اور دوستی سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے رب کا بندہ بن جانے اور اسی کی خوشی اور نا خوشی کا خیال رکھنے کا درس دیا ۔

آپ ﷺ چونکہ اللہ کے آخری نبی اور رسول ﷺ ہیں اس لیے آپ کے بعد نہ کسی نبی اور نہ کسی رسول نے آنا ہے اس لیے آپ نے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑیں ۔ایک اللہ کا دیا ہوا قرآن اور دوسری احادیث پاک جو مکمل ضابطہ حیات ہیں آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین ،تابعین، تبع تابعین ،بزرگان دین اور علماء کاملین نے ان ہی دو چیزوں کو مشعل راہ بنا کر عقیدہ توحید کی تشریح کر کے بندگان خدا کی رہنمائی فرمائی ۔برصغیر ہندو پاک میں بڑی بڑی نامور ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے اپنی

علمی اور روحانی صلاحیتوں سے بے شمار بھٹکے ہوئے انسانوں کو عقیدہ توحید سے روشناس کیا۔ان ہی ہستیوں میں ایک ہستی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی بھی ہے جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی اور فلاح آدمیت کے علمبردار ہیں۔خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ صاحب کے آباؤ اجداد کا تعلق پانی پت (انڈیا) کے انصاری خاندان سے ہے،جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔خواجہ صاحب جولائی 1893 کو دہلی کے قصبہ فرید آباد میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالرحیم تھا۔آپؒ کے دادا مولانا عبدالعزیز اپنے وقت کے جید عالم کامل صوفی اور مرد خدا شناس تھے خواجہ صاحب کا بچپن اپنے دادا کی گود شفقت میں گزرا آپ نے دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم میں گریجویشن کیا۔

چونکہ آپؒ کا رجحان زیادہ تر تصوف کی طرف مائل تھا۔فقراء اور اولیاء سے محبت تھی ۔اور کسی کامل مرشد کی تلاش تھی اس لیے آپؒ کئی درویشوں،فقیروں بزرگوں اور ملنگوں کے پاس حاضری دیتے۔بڑے بڑے درباروں،آستانوں اور درگاہوں کے چکر کاٹتے۔مگر کسی بھی جگہ دل کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔آپؒ کا مطمع نظر کسی ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحب علم ہو، صاحب عرفان ہو اور صاحب تحقیق ہو۔آخر آٹھ سال کی تلاش بسیار اور جستجو کے بعد مولانا کریم الدین احمدؒ (جن کا تعلق نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ سے تھا) سے ملاقات ہوئی۔مولانا کے اندر وہ مطلوبہ اوصاف جن کی آپؒ کو تلاش تھی دیکھ کر بیعت کر لی۔مولانا کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف بڑی جانفشانی اور جوش وخروش سے جاری رکھتے ہوئے سلوک کی ساری منازل بہت جلد طے کر لیں جس پر مولانا نے آپؒ کو خلافت سے نوازا اور بیعت کرنے کی اجازت بھی دے دی۔لیکن آپ کا مقصد حیات ''رویت باری تعالیٰ'' تا حال ایک خواہش کی صورت میں موجود تھا جس کے بارے میں مولانا نے پہلی ہی ملاقات میں پیش گوئی کر دی تھی جس کے انتظار میں آپؒ لطیفہ غیبی کے منتظر رہے جو 1928 میں ایک اویسی بزرگ رسالدار محمد حنیف خانؒ کی

صورت میں مل گیا۔رسالدار صاحبؒ نے آپ کو بیعت تو نہیں کیا لیکن دوستی کا لازوال رشتہ قائم کر کے روحانی توجہ سے آبیاری کرنا شروع کر دی جس سے آپؒ نے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ ایک دن جب محفل خوب جمی ہوئی تھی رسالدار صاحبؒ نے ایک گلاس پانی منگوا کر تھوڑا سا خود پیا اور باقی گلاس انصاری صاحبؒ کو تھما دیا۔انصاری صاحبؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ خدا جانے اس پانی میں کیا چیز تھی جس نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی، جہاں سے گزرا ایسا محسوس ہوتا جیسے پگھلا ہوا سیسہ گزرتا ہے مگر اس پانی کا پینا تھا کہ میری حالت بدل گئی اور میری روحانی ترقی راکٹ کی سپیڈ سے ہونے لگی اور مجھے میرا مقصود حاصل ہو گیا۔انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے یہ سب کچھ رسالدار صاحب کا ہی دیا ہوا ہے۔

تینوں سلاسل کا سلوک طے کر لینے کے بعد آپؒ روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہونے کے باوجود اپنی بزرگی چھپائے رکھتے۔ 1947 پارٹیشن کے بعد آپؒ ہندوستان سے ہجرت کر کے جب پاکستان آئے تو پی اے ایف بیس ڈرگ روڈ (شارع فیصل) میں بطور لائبریرین ملازمت شروع کر دی جہاں آپؒ کی ملاقات پی اے ایف کے نوجوانوں سے ہونے لگی۔یہ لوگ آپؒ کے حسن اخلاق اعلیٰ کردار اور علمی بحث و مباحثہ سے متاثر ہو کر آپؒ کے قریب ہونے لگے۔اگر چہ انصاری صاحبؒ ادھر بھی اپنی روحانی بلندیوں اور بزرگی کو چھپانے کی کوشش کرتے لیکن دیکھنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے تھے انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ انصاریؒ کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ کامل ولی اور مرد خدا شناس بزرگ ہیں تو انہوں نے انصاری صاحبؒ سے درخواست کی کہ وہ ان کے دست شفقت پر بیعت ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔آپؒ نے ان کی درخواست منظور کر کے ان خوش نصیب انسانوں کو بیعت کر کے 1953 میں ایک نیا سلسلہ بنام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا باقاعدہ آغاز کر دیا انصاری صاحبؒ کے ان مریدوں نے دوسرے لوگوں کو بھی اس طرف متوجہ کیا تو یہ سلسلہ پاکستان ائیر فورس کے دوسرے

بیسوں میں پھیلتا ہوا شہروں اور دیہاتوں میں پہنچ گیا۔جگہ جگہ ذکر کے حلقے قائم ہونے لگے، توحید کے نغموں کی صدا گونجنے لگی۔ 1956 کے آخر تک یہ تعداد کافی بڑھ گئی تو حلقوں کی باقاعدہ تنظیم ہونے لگی۔اسی دوران انصاری صاحبؒ نوکری سے استعفیٰ دے کر مستقل سکونت اختیار کرنے کی غرض سے بنوں (KPK) میں چلے گئے۔

تاہم 1964 میں بنوں سے ترک سکونت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور اپنے مرید خاص میاں محمد علی صاحب کے ہاں گنبد والی کوٹھی گلبرگ میں سکونت اختیار کر کے مریدین سے ملاقات کا سلسلہ شروع کر دیا لیکن 1973 میں آستانہ عالیہ توحیدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور میں مستقلاً سکونت اختیار کر کے رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔انصاری صاحبؒ کی شخصیت سلسلہ عالیہ توحیدیہ کیلئے مینارِ نور تھی۔آپؒ اپنے مریدوں کو خالص توحید کے ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ اور اعلیٰ کردار کا درس دیتے۔توحیدی مئے پلا کر معبود کی اطاعت کی زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے جس کے بارے میں مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے تھا

راقم الحروف نے 1959 میں پی اے ایف جوائن کیا۔ 1965 میں قبلہ انصاری صاحبؒ کے ایک مرید خاص میاں محمد علی صاحب جو پی اے ایف پولیس میں سارجنٹ تھے سے ملاقاتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ایک ملاقات میں، میں نے ان کے ہاتھ میں ایک خوشنما رسالہ دیکھا جس کے سرورق پر جھلی حروف میں ''چراغ راہ'' لکھا ہوا دیکھ کر میں نے پوچھ لیا سر یہ رسالہ کیسا ہے۔انہوں نے کہا یہ ہمارے پیر صاحب کے سالانہ خطبہ کی کاپی ہے۔پیر صاحب کا نام سن کر میرا تجسس بڑھا تو میں نے رسالہ مانگ لیا انہوں نے بلا تکلف وہ رسالہ مجھے دے دیا۔اور کہا کہ پڑھ کر واپس کر دینا۔وہ کاپی تو میں نے پڑھ لی مگر میرے پلے کچھ نہ پڑا کیونکہ اس میں

تصوف اور توحید کی باتیں تھیں جو اس وقت میری سمجھ سے بالا تھیں تاہم دل میں اس بزرگ اور پیر صاحب سے ملنے کی تڑپ ضرور پیدا ہو گئی جن کا اظہار میں نے محمد علی صاحب سے کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ پیر صاحب لاہور ہوتے ہیں لیکن جلد ہی کراچی آنے والے ہیں ملاقات کرا دیں گے۔ چند دنوں کے بعد محمد علی صاحب نے خوشخبری سنائی کہ پیر صاحب کراچی آ گئے ہیں کل وہاں پر ذکر کی محفل ہو گی اور بھائیوں سے ملاقاتیں بھی ہوں گی۔ دوسرے دن محمد علی صاحب مجھے وہاں لے گئے ذکر کے بعد جب ملاقات کا سلسلہ شروع ہوا تو انہوں نے مجھے پیر صاحب کے سامنے بٹھا دیا۔ بابا جی ملاقاتیوں سے مصافحہ کرتے اور دعائیں دیتے جب میری باری آئی تو میں نے بھی بابا جی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا ہی تھا کہ میرے جسم میں ایک کرنٹ سا لگا میں نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی انہوں نے مضبوطی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمانے لگے جب کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دو تو تھوڑی دیر ہاتھ کو ہاتھ میں رہنے دیا کرو۔ میں بہت شرمندہ ہوا۔ بابا جی نے جب میرا ہاتھ چھوڑا تو میں پسینہ میں شرابور تھا مگر میری حالت بدلی ہوئی تھی۔ میں یہ محسوس کرنے لگا مجھے کوئی ایسی دولت مل گئی ہے جو دونوں جہاں کی دولتوں سے بڑھ کر ہے میری یہ کیفیت چند روز برقرار رہی اور پھر نارمل ہو گئی۔ علی صاحب نے میری رہنمائی فرمائی سلسلہ سے روشناس کر کے مجھے ذکر اذکار کی تلقین کی میں نے باقاعدگی سے ذکر شروع کر کے سلسلہ کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش شروع کر دی لیکن بابا جی سے بیعت ہونے کی سعادت 1968 میں قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی وساطت سے نصیب ہوئی جب میں دو تین جگہوں سے تبدیل ہوتے ہوئے رسالپور پہنچا۔ بیعت کے بعد جس زندگی کا آغاز ہوا اسے میں اپنی پہلی زندگی سے بدرجہا بہتر اور خوشگوار محسوس کرنے لگا بھائیوں کے پیار اور محبت سے دل کا غنچہ کھل اٹھا طبیعت نیک اعمال کی طرف مائل ہونے لگی ذکر میں لطف و سرور آنے لگا دل میں اللہ کا خوف بڑھنے لگا۔ تب اس شعر کا مطلب عیاں ہوا جو کبھی کسی سے سنا تھا۔

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا

تو نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

بیعت ایک سودا ہی تو ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو کسی انعام یافتہ بندے کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور پھر اسی کا ہو کر رہنا پڑتا ہے اسی کی غلامی میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے اور یہ وہ غلامی ہے جس میں سکون قلب کی دولت اور بہشت کی آسائشیں حاصل ہوتی ہیں اللہ کے انعام اور اکرام کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان لوگوں کی روش پر گامزن ہونے سے بچ جاتے ہیں جن پر اللہ کا غضب ہوا۔

انصاری صاحبؒ اپنے مریدوں کو ہمیشہ اعمال کی درستگی اور اخلاق حسنہ کی تلقین فرماتے تاکہ بہشتوں کے وارث بنیں اور اللہ کی قربت نصیب ہو۔ایک دفعہ ایک بھائی نے کہہ دیا کہ ہمیں کیا غم ہے جبکہ انصاری صاحبؒ محشر میں ہماری شفاعت کرا دیں گے۔انصاری صاحبؒ نے فرمایا: ''ہاں میں وہاں موجود ہوں گا اور کراؤں گا، وٹنس (سلطانی گواہ) بن کر کہونگا ہاں میرے ربّ! اس نے میرے ہاتھ پر آپ کو حاضر ناظر جان کر عہد کیا تھا کہ ''میں غلط کام نہیں کروں گا''۔غور کرنے کا مقام کہ انصاری صاحبؒ نے یہ نہیں کہا کہ میں تجھے بخشوا دوں گا بلکہ یہ ظاہر کر دیا کہ بخشش کا دارومدار اپنے اعمال پر ہی ہوگا۔اور نیک اعمال والوں کی ہی سفارش ہوگی۔

طالبان حق کی زندگی میں ایک کامل پیر کا چناؤ نہایت اہم معاملہ ہے اس لیے انصاری صاحبؒ عام لوگوں کو اس چناؤ میں محتاط رہنے کی تعلیم دیا کرتے تھے وہ ہر نئے آنے والے کو فوراً مرید نہ بنا لیتے تھے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کا انتخاب کرنے سے پہلے بزرگوں کی محافل میں ارادت اور ادب کے ساتھ جاؤ اور دیکھو کہ ان کی محفلوں میں کس طرح کے لوگ آتے ہیں اور بزرگ یا پیر صاحب کا اپنا علم اور اخلاق کیسا ہے شرع کا پابند ہے یا شرعی حدود سے آزاد۔گالیاں تو نہیں دیتا مریدوں سے سجدے تو نہیں کراتا وغیرہ وغیرہ جب دل کو تسلی ہو جائے کہ ان کی محافل اور

مجالس میں پاکیزہ لوگ جو شرع کے پابند اور خوش اخلاق ہیں، آتے ہیں تو بیعت ہو جاؤ۔ یاد رکھو بزرگوں کی پرکھ ان کی کرامات سے ہرگز نہیں کرنی چاہیے کیونکہ کرامتیں تو غیر ولی اللہ سے بھی سرزد ہوتی رہتی ہیں۔

قبلہ انصاری صاحبؒ کی اپنی کرامات ہی کچھ کم نہ تھیں جن کا بچپن سے ہی ظہور ہونا شروع ہو گیا تھا لیکن وہ ان کرامات کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ نہ ہی ان کو کچھ وقعت دیتے تھے بلکہ ان سے دور رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ آستانہ عالیہ توحیدیہ لاہور پر ایک خاتون کچھ مسائل لے کر حاضر ہوئی اور بابا جی سے درخواست کی۔ بابا جی نے فرمایا اللہ تیرے مسائل حل کر دے گا۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں۔ اللہ نے اس کے مسائل حل کر دیے۔ اس نے بابا جی کا کہا بھلا دیا اور اپنے ملنے والی ایک خاتون کو بھی مسائل کے حل کے لیے بابا جی کا پتہ بتا دیا۔ خاتون نے حاضر ہو کر مسائل کے حل کرانے کی درخواست کی۔ بابا جی جان گئے کہ اسے اسی خاتون نے بھیجا ہے جس کو انہوں نے منع کیا تھا بابا جی نے خاتون کو خوب ڈانٹ پلائی اور کہا بھاگ جاؤ۔ میں یہاں کوئی دعاؤں کے لیے بیٹھا ہوں؟ خاتون گھبرائی اور بھاگنے میں ہی خیر منائی۔ بابا جی نے کہا کام اس عورت کا بھی ہو جائے گا لیکن کسی اور عورت کو نہ بتائے گی۔

راولپنڈی کے ایک سینئر بھائی خواجہ ولی محمد بتاتے ہیں کہ "میں پیری مریدی کا قائل نہ تھا لیکن ڈار صاحبؒ کا پڑوسی ہونے کا مجھے شرف نصیب ہوا تو انہوں نے مجھے قبلہ انصاری صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت بھی کرا دیا۔ کہتے ہیں کہ بیعت کے بعد میرے اندر عجیب و غریب تبدیلیاں رو نما ہونے لگیں جن پر میں خود بھی حیران تھا مثلاً جس کام کا ارادہ کرتا وہ ہو جاتا، جو بھی دعا کرتا پوری ہوتی، جو خواہش کرتا پوری ہو جاتی اور ہر وقت ایک لازوال خوشی میرے اندر بسی رہتی لوگ میری دکان پر آنے لگے اور مجھے کوئی کامل بزرگ سمجھنے لگے۔ ایک دن موقع پا کر میں نے انصاری صاحبؒ سے ان کیفیات و واردات کا ذکر کیا اور عرض کی قبلہ مجھے یہ سب کچھ نہیں

چاہیے بابا جی نے فرمایا ولی محمد تو بھی عجیب انسان ہے۔لوگ ان کیفیات کے لیے بڑے بڑے پاپڑ بیلتے ہیں مجاہدے کرتے ہیں تکلیفیں اٹھاتے ہیں تمہیں یہ سب کچھ مفت میں مل گیا ہے۔ میں نے کہا قبلہ حضور مجھے معاف فرمائیں۔بابا جی نے کہا اچھا تیری مرضی اس کے بعد میں ان باتوں سے آزاد ہوگیا۔خواجہ ولی محمد مزید بتاتے ہیں کہ ایک دن رمضان شریف کے مہینے میں، میں صبح کی نماز کے بعد سو گیا ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ میرے سامنے ایک دیوہیکل کالی سیاہ صورت جس کے ہاتھ کی انگلیاں میرے بازوؤں سے زیادہ لمبی اور موٹی تھیں آ کر کھڑی ہو گئی میں گھبرا گیا کہ اتنے میں قبلہ انصاری صاحبؒ کی آواز میرے کانوں میں گونجی ولی محمد سالے تم گاڑی بند کر کے سوئے ہو اس آواز کے ساتھ وہ منحوس شکل غائب ہو گئی میری آنکھ کھل گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ انصاری صاحبؒ میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں میں نے مصافحہ کیا اور بھول گیا کہ رمضان شریف کا مہینہ ہے۔بابا جی کے لیے چائے بنانے کچن میں چلا گیا جب پلٹ کر آیا تو بابا جی غائب تھے، میں باہر گلی میں تلاش کرنے نکلا لیکن بابا جی کا کوئی پتہ نہ چلا۔جب میں نے اس بارے عالم گیر صاحب ایک سینئر بھائی سے ذکر کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر مجھے اور بھی حیران کر دیا کہ اسی طرح ایک دفعہ بابا جی میرے پاس بھی تشریف لائے تھے دو دن گھر میں قیام کیا کھاتے پیتے، نماز پڑھتے اور میرے ساتھ گپ شپ لگاتے اور پھر اسی طرح اچانک غائب ہو گئے۔ گھر والوں کو خبر تک نہ ہوئی۔اسی لیے علامہ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایک انقلابی شخصیت

(ماجد محمود توحیدی)

تمام انبیاء کرامؑ کی حیات طیبہ کا مقصد انسان کا رب کے ساتھ وہ تعلق قائم کرنا تھا جس سطح کے تعلق کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو سرفراز و ممتاز کیا ہے۔ کیوں کہ انسان کو بہت اعلیٰ مقصد حیات عطا کیا گیا ہے اور اس مقصد حیات کی تکمیل کے لیے بہترین صلاحیتیں اور برتر عقل بھی عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انسان کا کیا مقام ہے، اس بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ولقد کرمنا بنی آدم

ترجمہ: ''اور ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی''۔

لیکن انسان اپنے مقام و مرتبے سے ناآشنائی کے باعث جانوروں کی سی زندگی گزارنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انسان کے لیے بہت شفیق اور رحیم و مہربان ہیں، انسان کی ہدایت کیلئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتے ہیں تاکہ ان پر مقصد حیات واضح ہو جائے۔

تمام انبیاء کی دعوت، دعوت الی اللہ:

تمام انبیاء کرام انسان کو دعوت الی اللہ ہی دیتے رہے تاکہ انسان حقیقی معنوں میں انبیاء کی اطاعت کرتے ہوئے اپنے ربّ کا بندہ بن جائے۔ یہی انسان کی معراج ہے کہ وہ اپنے ربّ کی بندگی میں کمال حاصل کر لے۔ نبی کریم ﷺ کی دعوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ

قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں: یَا أَیُّھَا النَّبِیُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ شَاھِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیْراًo وَدَاعِیاً إِلَی اللّٰہِ بِإِذْنِہِ وَسِرَاجاً مُّنِیْراً o

ترجمہ: ''اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ کو شاہد، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے''۔

تمام انبیاء کرام بھی گروہ انسان میں سے ہی تھے۔ وہ خود اللہ کے مقرب بندے تھے اور انھوں نے انسان کو بھی اللہ کی بندگی کی طرف بلایا۔

نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی اُمت میں سے ہی اللہ کے نیک و برگزیدہ بندوں نے اپنے اپنے دور میں، اس دور کے حالات و واقعات اور تقاضوں کے مطابق مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا اور بے راہ روّی سے نکال کر انہیں دین کی طرف لے آئے۔

برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت چونکہ ہندو مذہب سے اسلام کی طرف آئے ہیں اور مسلمان ہو جانے کے بعد بھی صدیوں ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہے ہیں۔ اس لیے ہندو معاشرے کے اثرات مسلمانوں کی زندگی پر بہت گہرے مرتب ہوئے۔ ہندوؤں کے رسوم و رواج اور ان کے طرز فکر و عمل کا عکس ان میں بہت نمایاں ہے۔ ہندو ایک مشرک قوم ہے جسے توحید سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ہندو خدا کے ساتھ ساتھ اپنے دیوتاؤں کی پوجا بھی کرتے اور ان سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ سارا کچھ چوں کہ مسلمانوں کے سامنے ہو رہا تھا اس لیے مسلمانوں میں بھی عقیدہ توحید کمزور پڑتا گیا۔

چنانچہ برصغیر کے مسلمانوں میں اسلام کا عقیدہ توحید اور اپنے ربّ کے ساتھ تعلق اپنی حقیقی روح کے ساتھ باقی نہ رہا اور مسلمانوں نے بھی اللہ کے ساتھ اللہ کی مخلوق میں سے

مختلف شخصیات کو مشکل کشا اور حاجت روّا بنالیا اور یہ سمجھنے لگے کہ یہ شخصیات اللہ کی بارگاہ میں ہمارے لیے وسیلہ ہیں اور اللہ ان کے بغیر ہماری دُعاؤں کو سنتا اور قبول نہیں کرتا۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے انہی کے توسط سے ملتا ہے۔ اب تو بات یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اللہ تو کسی کو یاد ہی نہیں ہے بس شخصیات ہی یاد ہیں جن کو آج کا مسلمان اپنا حاجت روا، مشکل کشا سمجھتا ہے۔ اب بتائیں اگر بندے کا حاجت روا، مشکل کشا، اس کی زندگی، اس کی بندگی اس کی دعاؤں، التجاؤں، اس کی محبتوں اور وفاؤں کا مرکز و محور اللہ کی ذات نہیں اور اس نے زندگی کے دکھ، سکھ میں اپنے رب کی بجائے مخلوق کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر ہمارے مالک و خالق سے ہمارا کیا تعلق اور رشتہ ہے؟ اور ہم کہاں کے مسلمان اور اس کے بندے ہیں؟ بلکہ انسان جس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے، مشکل گھڑی میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اور مومن تو سب سے زیادہ اللہ سے ہی محبت کرتا ہے۔

ایسے حالات میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مسیحا بن کر تشریف لائے جنھوں نے مسلمانوں کو ہندووانہ طرز فکر و عمل سے نجات دلاتے ہوئے حقیقی توحید کی روح سے نہ صرف آشنا فرمایا بلکہ اپنے فیض سے ان کے دلوں میں یہ بات واضح فرمادی کہ اللہ اور اس کے بندے کا تعلق کیا ہے۔

آپ 29 جولائی 1893 میں جوار دہلی فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے اپنے دادا محترم کے زیر سایہ پرورش پائی جو اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ اور عالم دین تھے۔ آپ قوم و ملت کا درد رکھنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے

سلوک کے دوران ہی ملت کی احیاء کے لیے اٹھنے والی تحریکوں کا تجزیہ فرمالیا تھا اور اپنے سلوک کی تکمیل کے بعد تحریک سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی تا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کے طریقے کے مطابق مسلمانوں کا روحانی طریقے سے تزکیہ باطن کرتے ہوئے ان کی کردار سازی کی جائے اور انہیں اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ بنایا جائے۔

آپؒ کی مجددانہ کاوشیں:

ا)تصوف کی تعلیم کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنا:

تعلیم تصوف، تعلیم اسلامی سے کوئی الگ چیز نہیں بلکہ یوں کہہ لیں کہ تصوف تعلیم اسلام کا مغز ہے۔لیکن جس طرح قرآنی تعلیم موجودہ دور میں اپنی حقیقی حالت میں نہیں ہے بہت سارے عجمی رسوم وعقائد موجودہ مسلمانوں نے اختیار کر لیے ہیں۔اسی طرح تصوف بھی اپنی حقیقی صورت میں موجود نہ رہا بلکہ موجودہ مروجہ تصوف کو تو فقر قرآن سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

سالک اور اللہ کی محبت:قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔"اور اہل ایمان تو شدید محبت اللہ سے کرتے ہیں" بابا جان انصاری صاحبؒ نے بھی ہماری محبت کا مرکز اللہ کی ذات کو قرار دیا اور ہمارے سلوک کی آخری منزل بھی اللہ ہی ہے آپ سلسلہ توحیدیہ کے تحریری سلیبس طریقت توحیدیہ میں ارشاد فرماتے ہیں

"محبت کے بارے میں یہ بات بھی خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ سب سے زیادہ محبت در حقیقت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے کرنی چاہیے۔

رہبانیت کی ممانعت:

اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اور آزمائش کے طور پر بھیجا ہے اس سے راہِ فرار ممکن نہیں ۔مسلمانوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے اسوہ کے مطابق بھرپور زندگی بسر کرنی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کے قرب کی منازل بھی طے کرنی ہوتی ہیں ۔اسلئے بانی سلسلہ نے ہمیں صحوی تصوف یعنی تصوف بیدار سکھایا ہے کہ دنیاوی کام بھرپور طریقے سے کرتے ہوئے اللہ والے بنو۔

۲) موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق تعلیم تصوف کو ڈھالنا:

بانیٔ سلسلہ ؒ نے موجودہ تصوف کی تطہیر کرتے ہوئے اُسے قرآن اور سیرت مصطفیٰ ﷺ سے ہم آہنگ فرمادیا ہے جس میں کثرت ذکر اور تزکیہ اخلاق پر زور دیا جاتا ہے ۔راہ سلوک کے مسافروں کی کردار سازی کی جاتی ہے ۔انہیں باعمل مومن بنایا جاتا ہے ۔اور اس مشینی دور میں بھی کہ انسان معاشی چکر میں پھنس کر رہ گیا ہے اسے نہایت مختصر وظائف بتائے جاتے ہیں ۔اگر سالک میں سچی طلب ہو تو وہ اپنی دنیوی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرتے ہوئے اپنا سلوک طے کرسکتا ہے ۔بانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے" لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ہم وقت مانگتے ہی نہیں بلکہ آپ کا جو وقت بالکل بے کار چلا جاتا ہے اسے آپ اللہ اللہ کرنے میں لگادیں اسی سے ہی کام ہوجائے گا۔

سلسلہ توحیدیہ کے سالک کو روز ایک تسبیح نفی اثبات کرنا ہوتا ہے جس میں 15 سے 20 منٹ لگتے ہیں اور دوسرا ذکر پاس انفاس ہے جو ہر وقت کرنا ہوتا ہے اور اس کے لیے کوئی الگ سے وقت بھی درکار نہیں ہوتا جب آپ فارغ ہوں تو خیال کے ساتھ اس ذکر کو کریں۔ بانی سلسلہ فرمایا کرتے تھے یہی اصل ذکر ہے۔

۳)تصوف کا مقصد واضح کرنا

موجودہ زمانے میں تصوف کے مقصد کو ہی مسخ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ بلکہ کشف و کرامات اور روحانی کمالات دکھانے کو ہی فقیری سمجھ لیا گیا ہے۔حالانکہ تصوف تو اخلاقی کمال تک پہنچنے ،اللہ کے قرب کی منازل طے کرنے کا نام ہے۔تصوف تو سراپا عجز و انکساری کا نام ہے ،تصوف تو سیرت مصطفیٰ ﷺ میں ڈھل جانے کا نام ہے ۔بانی سلسلہؒ نے راہ سلوک اختیار کرنے کے مقصد کو واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اس لیے بیعت ہوئے ہو کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہو جائے ۔تم نیک بن جاؤ ،دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کر سکو"۔

بانی سلسلہ خود جب اپنے مرشد مولانا کریم الدین احمدؒ سے بیعت ہونے لگے تو انھوں نے پوچھا کس لیے بیعت ہونا چاہتے ہو۔تو انصاری صاحبؒ نے فرمایا:

۱) روحانی طاقت ۲) تزکیہ اخلاق ۳) دیدار باری تعالیٰ

۴)سلوک کے بعد صوفی کے کام کی وضاحت:

چونکہ فی زمانہ ہماری قوم میں اخلاص کا وہ معیار نہیں رہا اور دنیا کی محبت نے معاشرے کے ہر طبقے کو متاثر کیا ہے جس میں اہل تصوف بھی شامل ہیں۔آج کل تو ہزاروں میں ایک سچا صوفی اور ولی اللہ ہوگا۔بازاری لوگوں نے عوام کو گمراہ کیا ہوا ہے۔عوام بے چارے عامل شعبدہ بازوں اور بیماریوں کا علاج کر دینے والوں کو ہی ولی اللہ سمجھ کر ان کو پوج رہے ہیں۔ بانیٔ سلسلہؒ نے ایسی صورتِ حال میں نہ صرف راہ سلوک میں آسانیاں پیدا فرمائی ہیں بلکہ کامل صوفی بن جانے کے بعد ایک صوفی کی ذمہ داریاں بھی ہیں اس میں بھی رہنمائی فرمائی ہے آپؒ فرماتے ہیں۔

"ملت کو آج ایسے بزرگوں کی ہرگز ضرورت نہیں جو تعویز گنڈوں دم و درود سے کچھ مریضوں کو تندرست کر دیں یا چند غریب ان کی دعا سے امیر کبیر بن جائیں یا کچھ لوگ مقدمے جیت جائیں یا چند بے اولادوں کے اولاد پیدا ہو جائے یا کچھ کفار و مشرکین مسلمان ہو کر ملت کی تعداد میں بے کار لوگوں کا اضافہ کر دیں۔ آج کل تو ضرورت ایسے اولیاء کی ہے جو فاسق و فاجر مسلمانوں کو سچا مسلمان اور سچے مسلمانوں کو پکا مومن اور موحد بنا سکیں۔ اور جو اپنی تعلیم و توجہ سے مسلمانوں میں ایسی فراست و بصیرت پیدا کر سکیں کہ وہ اپنے تمام تفرقے اور اختلافات مٹا کر ایک جان اور ایک قالب کی طرح مربوط و متحد ہو جائیں۔ حق و باطل میں تمیز کر سکیں۔ سستی و کاہلی چھوڑ کر کام کرنا اور کام کرتے رہنا سیکھیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی سچی محبت کا جنون ان کے لیے سرمایہ دانش ہو۔ وہ بقائے ملت کے لیے جان و مال قربان کرنا اپنی زندگی کا مقصد جانیں اور ہر طرف سے اپنا منہ موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کر لیں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ ایسی سوچ اور ویژن رکھنے والے بزرگ تھے آپ کا مشن تھا کہ قرآنی تصوف میں ڈھلے ہوئے بزرگوں کی ایک جماعت بنائی جائے جو سارے معاشرے میں اپنے کردار و عمل سے لوگوں کی زندگیوں کو قرآن کے مطابق ڈھال کر انقلاب برپا کر دے۔ ایک ایک فرد کی اصلاح ہوتی جائے اور پورا معاشرہ اس نہج پر آ جائے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے ہراول دستہ بن کر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

الحمدللہ! انصاری صاحبؒ کے روحانی جانشین آپ کے مشن کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ سے شیخ سلسلہ محمد یعقوب توحیدی کی سرپرستی میں اللہ والوں کا یہ قافلہ اللہ کے بندوں کو رب سے ملانے اور ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت بیدار کرنے میں سرگرم عمل ہے۔

فرامین بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(مرتب حافظ محمد یٰسین)

ایک کامل صوفی کی پہچان یہ ہے کہ اس میں کشف وکرامات کی طاقت اور روحانی قوت بھی ہوتی ہے اور ساتھ ہی اس کا اخلاق' اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ ہوتا ہے۔ وہ شریعت کا سختی سے پابند ہوتا ہے اور اس کے عقائد بالکل قرآن اور حدیث کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ اس کے پاس بدترین گناہگار بھی اصلاح کے لیے آئیں اور اس کی تعلیم وہدایات پر عمل کریں تو نیک پارسا اور متقی بن جاتے ہیں۔

(چراغ راہ صفحہ 76)

علماء کا کام صرف یہی تو نہیں کہ مسجد میں نماز پڑھا دی۔ جمعہ کے دن خطبہ سنا دیا۔ مدرسہ میں درس دے دیا۔ یا مسئلے مسائل سمجھا دیے وہ تو نائب رسول ﷺ ہیں۔ اس لیے ان کا فرض تو یہ ہے کہ قوم کا اخلاق رسول ﷺ کے معیار پر قائم رکھیں۔ قوم کے افراد میں اتحاد اور محبت واخوت پیدا کریں تاکہ قومی قوت اور طاقت میں کمی نہ آنے پائے اور قوم دن بدن مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی جائے۔ (چراغ راہ صفحہ 42)

دراصل قصہ یہ ہے کہ تصوف اور روحانی طاقت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیے کہ ہر وہ آدمی جو کرامتیں دکھائے ضروری نہیں کہ صوفی بھی ہو لیکن ہر کامل صوفی میں کرامات دکھانے کی طاقت ضرور ہوتی ہے۔ (چراغ راہ صفحہ 44)

انکساری تو یہ ہے کہ آپ کے دل میں غرور وتکبر بالکل نہ ہو۔ دل سے دوسروں کی عزت کریں۔ خاطر داری اور تواضع سے پیش آئیں اور کوئی بات ایسی نہ کریں جس سے

دوسروں کی دل شکنی ہوتی ہو۔

جو آدمی وقت کا پابند نہیں ہوتا وہ قدرتاً اپنے اعمال وافعال میں سست ہوتا ہے اور سستی خدا کو بہت ہی ناپسند ہے۔وہ سست آدمیوں کے کاموں میں کبھی برکت نہیں دیتا۔اس لیے آپ اچھی طرح دل میں بٹھا لیجیے کہ وقت کی پابندی نہ کر کے آپ اپنی دنیا کا بھی نقصان کرتے ہیں اور دین کا بھی۔(چراغ راہ صفحہ 112)

اس میں شک نہیں کہ اولیائے کرام کی توجہ اور دعا سے لوگوں کو ہر طرح کے فائدے پہنچتے اور بہت سے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔لیکن یہ بزرگ ان انفرادی فوائد کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے۔اصل کام جو اس طاقت سے لیتے ہیں وہ تو اجتماعی اصلاح ہے اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔تمام پیغمبر بھی اسی غرض سے بھیجے گئے تھے(چراغ راہ صفحہ 82)

میں نے آج سے پورے ساٹھ سال پہلے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ ہماری قوم بڑی تیزی سے تباہی اور زوال کے غار کی طرف رواں دواں ہے۔اسی زمانہ سے میں دنیا کی مختلف قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں تاریخ میں پڑھتا رہا پھر مدتوں اس بات پر غور کیا کہ قومیں کن وجوہات کی بنا پر بنتی اور بگڑتی ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اصلاح و ترقی و احیاء ثانیہ کے لیے جتنی جماعتیں وجود میں آئیں ان کی تنظیم، مساعی اور طریق کار کا مطالعہ بہ نظر غائر کیا اور ان کی ناکامی کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی۔پورے تیس سال کی جدوجہد اور کدو کاوش کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم مسلمان خواہ وہ کسی ملک کے بھی ہوں مومن نہیں ہیں صرف مسلمان ہیں اور مسلمان بھی نام کے۔(چراغ راہ صفحہ 183)

ہم نماز اول تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو یہ کبھی نہیں سوچتے کہ ہماری

نمازوں سے ہمارے اخلاق کی کہاں تک اصلاح ہوئی ہے' ہم نے کون کون سی برائیوں کو چھوڑا اور کون کون سی نیکیوں کو اختیار کیا ہے کیوں کہ خدا نے تو نماز کی یہی تعریف کی ہے کہ نماز برائیوں اور ممنوعہ کاموں سے بچاتی اور نیک بناتی ہے۔اس کے علاوہ ہم کبھی غور نہیں کرتے کہ ہماری نماز میں خشوع اور حضوری باری تعالیٰ کہاں تک تھی۔اگر نماز سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوتے تو وہ کیا خاک نماز ہے وہ تو ایک رسم ہے محض رسم جو پانچ وقت ادا کر لی جاتی ہے۔

(چراغ راہ صفحہ 184)

آپ کے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے اس کو معمولی کام نہ سمجھئے۔یہ کام لوگوں کے مشرکانہ عقائد کی اصلاح کا کام ہے اور ہر انسان اپنے عقائد کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہے اور اصلاح کرنے والوں کی جان کا دشمن ہو جاتا ہے۔قدم قدم پر مقابلہ کرتا ہے اور رکاوٹیں ڈالتا ہے۔اچھی طرح یاد رکھیے کہ آپ کو صرف عقائد ہی کی اصلاح نہیں کرنی چاہیے بلکہ ان بے ہودہ و فرسودہ رسوم کو بھی مٹانا ہے جو ہمارے معاشرہ کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہیں۔ (چراغ راہ صفحہ 192)

اب آپ کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جانی چاہیے کہ ذکر کا حسب دل خواہ فائدہ اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ دنیا کے تمام تفکرات و آلام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے بے فکر ہو جاؤ کہ جو کچھ اس کو کرنا ہے وہی ہو گا اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے اور آنے والی مصیبتوں کو اگر کوئی ٹال سکتا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ٹال سکتا ہے۔لہٰذا اسی سے دعا کرو اسی کے آگے روؤ اور اسی سے مانگو جو مانگنا ہے ہرگز کسی زندہ یا مردہ بزرگ سے استعانت نہ چاہو اس کا ڈائریکٹ تعلق اپنے ہر بندہ کے ساتھ ہے۔وہ سمیع ہے' بصیر ہے' مجیب الدعوات ہے۔ اگر اس پر بھی تمہاری دعا قبول نہ ہو تو سمجھ لو کہ جو کچھ تم مانگ رہے ہو' خدا اس کو تمہارے لیے

اچھا نہیں سمجھتا۔لہٰذا اپنی مرضی کو اسی کی مرضی کے سپرد کر دو اور جو کچھ بھی ہو اسی پر خوش رہو

(چراغ راہ صفحہ 245)

حلقہ کا ہر ایک آدمی نیا ہو یا پرانا روحانی قوت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق کی مزید اصلاح کرے آپ لوگ خلق خدا کی محبت اور خدمت کے جذبہ کو اور زیادہ ترقی دیں۔ہمیشہ حق پر چلنے کی کوشش کریں اور قوت برداشت کو اور زیادہ بڑھائیں۔

(چراغ راہ صفحہ 32)

ہمارے خیال میں یورپ میں مادی فروغ اور روحانیت کے فقدان کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اس نے تعلیم اسلام کا مطالعہ روحانی نقطہ نظر سے نہیں بلکہ مادی عینک لگا کر کیا ہے۔اسی طرح موجودہ مسلمانوں کے زوال کا سبب بھی یہ ہے کہ وہ قرآن کا مطالعہ روحانی کرشمہ سازیوں کی روشنی میں کرتے ہیں،مادی افادیت کے خیال سے نہیں کرتے۔

(تعمیر ملت صفحہ 20)

مومن چونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ تو کسی کے آگے سر جھکاتا ہے نہ کسی سے مدد کی امید رکھتا ہے ،اس لئے اس کی ذہنیت کبھی غلامانہ نہیں ہو سکتی۔ (تعمیر ملت صفحہ 24)

جب تک مسلمانوں میں توحید پرستی باقی رہی وہ کہیں اور کبھی مغلوب نہ ہوئے لیکن جیسے جیسے یہ ایمان کم ہوا وہ بھی کمزور ہوتے گئے اور جب توحید پرستی کی جگہ ان میں اشخاص پرستی ، پیر پرستی ،قبر پرستی ،تعزیہ پرستی ، زر پرستی ،حکام پرستی اور دیگر پرستیاں پیدا ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی طرف سے منہ موڑ لیا اور پستی و ذلت کے اس غار میں چھوڑ دیا جہاں پڑے ہوئے وہ آج اغیار کا منہ تک رہے ہیں۔(تعمیر ملت صفحہ 25)

حقیقت یہ ہے کہ جس جماعت کے افراد میں دوسرے بھائیوں کی تکلیف

کا احساس نہ ہو وہ ہرگز جماعت کہلانے کی مستحق نہیں، وہ تو بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ ہے کہ قصائی جس کو چاہے ذبح کردے، دوسری کھڑی منہ تکتی رہتی ہیں۔قرون اولیٰ میں یہ بات نہ تھی ۔اس وقت ایک مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو ساری دنیائے اسلام بیکل ہو کر انتقام اور مدافعت پر آمادہ ہوجاتی تھی ۔(تعمیر ملت صفحہ 30)

مسلمانوں کی تباہی اور زوال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ دنیا سے متنفر ہو گئے اور دنیاوی عزت وعظمت اور حصول دولت وثروت کو برا سمجھنے لگے۔(تعمیر ملت صفحہ 68)

اس میں شک نہیں کہ ''حکمت'' اشرف اور افضل ترین علم ہے۔اس سے حقیقت الاشیاء معلوم ہوجاتی ہے، بڑے بڑے اسرار ہوتے ہیں، عقل سلیم اور فراست کاملہ پیدا ہوتی ہے، روحیں نظر آنے لگتی ہیں، رسول اکرم ﷺ اور دوسرے انبیائے عظام کی زیارت میسر آتی ہے، عالم مثال کی سیر اور انوار وتجلیات کا نظارہ ہوتا ہے، کشف وکرامات کی طاقت حاصل ہوجاتی ہے، مادہ پر تصرف حاصل ہوجاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت احدیت کی معرفت اور حضوری سے انسان مشرف ہوتا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک یہ سب کچھ مل جانے کے باوجود بھی اگر کوئی عارف دین ودنیا میں امت محمدیہ کی اجتماعی ترقی اور کامیابی کے لئے کچھ نہ کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی ملت اسلامیہ کے لئے بیکار ہے۔

ماڈرن تعلیم یافتہ حضرات میں سے جو لوگ کالجوں اور سکولوں میں معلموں کے فرائض انجام دیتے ہیں، بڑا کام کرسکتے ہیں۔آئندہ آنے والی نسلوں کا کردار اسلامی اور قومی سانچے میں ڈھالنے والے یہی لوگ ہیں۔اگر یہ چاہیں تو پچیس تیس برس میں سارے ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے۔بچوں میں صحیح اسلامی اخلاق، اخوت ومحبت، شجاعت اور وطن پر مٹنے کا جذبہ پیدا کرنا ان معلمین کے لئے جس قدر آسان ہے کسی اور کے لئے ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے فرض کو محسوس کر کے ادا کرتے ہیں یا نہیں ۔(تعمیر ملت صفحہ 76)

مسلمانو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تمہاری انفرادی اور قومی تباہی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تم نے قرآن کے خلاف عقیدے گھڑ لئے ہیں اور ان پر قائم ہو کر قرآن اور اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ آج تم قرآن اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آؤ، کل تم کو پھر وہی عزت حاصل ہو جائے گی جو قرون اولیٰ میں تھی ۔(تعمیر ملت صفحہ 125)

تسلیم و رضا یہ ہے کہ جو واقعات تم کو اپنی مرضی کے خلاف پیش آئیں ان کو من جانب اللہ سمجھو اور ان پر صرف صبر ہی نہ کرو بلکہ خوشی سے برداشت کرو۔(تعمیر ملت صفحہ 140)

نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے، اگر ملازمت و روزگار کے حالات کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو پھر تنہا ہی پڑھ لو، قضاء نہ کرنی چاہئے ۔نماز ایسی ہو کہ نیت باندھنے سے سلام پھرنے تک برابر اللہ تعالیٰ ہی یاد رہے۔ یہ حالت صرف انہی لوگوں کو میسر آ سکتی ہے جو چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہیں، اس کے سوا ممکن نہیں ۔(تعمیر ملت صفحہ 137)

سب سے بڑا نقصان جو انگریز نے اپنے اقتدار اور پروپیگنڈا سے ملت اسلامیہ کو پہنچایا وہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے دل سے وحدت اسلامیہ کے ملی جذبہ کو فنا کر کے وطنی قومیت کا جذبہ پیدا کر دیا، یہاں تک کہ حالات زمانہ سے بے خبر بھولے بھالے علماء کرام بھی یہ کہنے لگے کہ قومیں ادیان سے نہیں بلکہ اوطان سے بنتی ہیں ۔اب حال یہ ہے کہ ہر ملک کا مسلمان دوسرے ملک کے مسلمان کو غیر اور اجنبی خیال کرتا ہے۔(تعمیر ملت صفحہ 89)

قدرتی جذبات اور احساسات فنا نہیں ہوا کرتے مگر ان پر قابو حاصل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ احساسات اور جذبات پر قابو حاصل کر لیتے ہیں، انہی کو یہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنا مقصد حاصل کئے بغیر دم نہیں لیتے۔

بڑا آدمی اور کام کا آدمی بننے کے لئے یہ صفت بہت ہی ضروری ہے۔(تعمیر ملت صفحہ 140)

روحانیت کا کمال نوافل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔نفل ہر نماز کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں۔لیکن تہجد کے نفل اس بارے میں سب سے زیادہ مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت کامل سناٹا ہوتا ہے اس لئے جب فرصت ملے اور موقعہ ملے تہجد کے نفل ضرور پڑھنے چاہئیں۔ یہ نفل معمولی نماز کی طرح نہیں بلکہ کامل اطمینان قلب کے ساتھ پڑھنے چاہئیں۔

(طریقت توحیدیہ صفحہ 24)

محبت کے جذبہ میں بہت اعلیٰ جذبات وخصائل پوشیدہ ہیں۔جب تمہارا دل محبت کے رنگ میں رنگ جاتا ہے وہ سب تمہارے کردار کا جزو بن جاتے ہیں۔جو دل محبت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہوگا اس سے یہ خصائل نمایاں طور پر ظہور میں آئیں گے۔

1۔ اطاعت وفرمانبرداری 2۔ سخاوت وایثار اور قربانی 3۔ رحم وکرم

4۔ عفو ودرگزر اور چشم پوشی 5۔ نرمی اور خوش مزاجی 6۔ حلم وبرداشت

7۔ عاجزی وانکساری 8۔ مدد وخدمت (طریقت توحیدیہ صفحہ 36)

یاد رکھو کہ تم سلسلہ توحیدیہ میں صرف اس لئے شامل ہوئے ہو کہ خدا اور خدا کا رسول ﷺ تم سے خوش اور راضی ہوجائے۔تم نیک بن جاؤ، دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو۔ تم خود اپنی اصلاح کرو اور دوسرے مسلمانوں کی خدمت اور اصلاح بھی کرسکو۔

(طریقت توحیدیہ صفحہ 44)

تم روزی کمانے کے لئے جو کام بھی کرتے ہو پوری محنت اور شوق سے کرو۔ بددلی سے نہ کرو۔تجارت کرتے ہو یا زراعت، ہمیشہ ایمانداری کو اپنا نصب العین بناؤ اور خوب محنت سے کام کرو۔اگر ملازم ہو تو اپنی ڈیوٹی پوری دیانت داری، محنت اور شوق سے

انجام دو اور یاد رکھو کہ تم قوم کا کام کر رہے ہو۔ اگر بے دلی یا بد دیانتی سے کام کرو گے تو قوم کو نقصان پہنچاؤ گے اور دنیا اور آخرت دونوں میں خراب ہو گے۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 48)

فرض نمازیں کبھی اور کسی حالت میں اور کسی جگہ ہرگز قضا نہ کرو۔ اور ہمیشہ وقت پر ادا کرو۔ اگر مسجد میں جماعت کے ساتھ ممکن ہو تو بالضرور جماعت سے پڑھو اگر ڈیوٹی یا دوسرے دنیوی فرائض کی وجہ سے کبھی ممکن نہ ہو تو گھر میں پڑھو، اور مجبوراً کبھی نماز قضا ہو جائے تو قضا پڑھ لو، ناغہ نہ کرو۔ یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ سالکوں کے قلب میں پاس انفاس اور نفی اثبات کا ذکر باقاعدہ کرنے سے جب حرارت اور سرور و نشہ پیدا ہو جاتا ہے تو نماز کے وقت اکثر یہ کیف جاتا رہتا ہے اس لئے صاف صاف ہدایت کی جاتی ہے کہ کیف رہے یا جائے۔ نماز ہرگز ترک نہ کی جائے۔ ممکن ہے کہ کچھ عرصہ تک کیف کی کمی ناگوار گزرے لیکن اگر تم نماز پر پکے رہے تو آخر میں خود نماز پڑھنے میں جو کیف آئے گا وہ اس پہلے کیف سے ہزار درجہ زیادہ اور لطیف ہوگا۔ نماز نہ پڑھنے سے تمہارے گمراہ ہو جانے کا بھی خطرہ ہے کیونکہ جذب کی حرارت و کیف برائی اور نیکی دونوں طرف لے جاتی ہے جو لوگ نماز اور دیگر عبادات کے پابند رہتے ہیں اور اخلاق کا تزکیہ کر لیتے ہیں ان کو یہ جذب کی قوت ملکوت میں پہنچا دیتی ہے لیکن جو ایسا نہیں کرتے وہ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ناسوت یعنی دوزخ کے طبقات میں پھنسے رہتے ہیں۔ یہ صاف ہدایت دے کر میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ جو لوگ نہ مانیں گے وہ خود ذمہ دار ہیں وہ آخر میں ضرور پچھتائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ توحیدی رنگ کے ہوتے ہیں وہ اگر نماز نہ پڑھیں تو ان کو اکثر حالات میں رزق کی تنگی ہوتی ہے مگر جو لوگ نماز کے پابند ہوتے ہیں وہ اکثر خوش حال رہتے ہیں۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 24)

اسلامی تصوف یہ ہرگز نہیں سکھاتا کہ تم بیوی، بچوں، ماں، باپ، بہن بھائی اور دوسرے لوگوں کی محبت دل سے نکال دو بلکہ وہ تو تمام مخلوق خدا سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ عملاً یہ بات اس طرح ہوتی ہے کہ سالک کے دل میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد اور محبت کا جذبہ

موجزن رہتا ہے لیکن جس وقت بیوی، بچے، ماں باپ یا کوئی اور سامنے آئے، تو اس وقت وہ ان کی بے انتہا محبت دل میں محسوس کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ پوری محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ لیکن جوں ہی وہ آنکھ سے اوجھل ہوں، اس کا تعلق پھر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کے لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آتے وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 28)

محبت کا مخالف جذبہ غصہ ہے۔ محبت سے جتنے فائدے ہوتے ہیں غصہ ان سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ مختصراً یوں یاد رکھو کہ محبت ایک تعمیری جذبہ ہے اور غصہ تخریبی، محبت بناتی اور غصہ بگاڑتا اور تباہ کرتا ہے۔ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے اور انسان ایسے کام کر گزرتا ہے جن سے آخر میں خود اس کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ (طریقت توحیدیہ صفحہ 40)

بیاد قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ

(مرسلہ: عتیق احمد عباسی)

لوگ کہتے ہیں کہ ایک بیدار انسان چل بسا
ہم یہ کہتے ہیں ہمارا رہنما جاتا رہا

جس کے نغموں نے خزاں میں پھونک دی روحِ بہار
باغ سے وہ بلبل شیریں جاتا رہا

محضِ ملت پہ رکھے کون اپنی انگلیاں
درد باقی رہ گیا، درد آشنا جاتا رہا

کس کی باتیں ہماری محفلیں گرمائیں گی
وعظ و تقریر و خطابت کا مزہ جاتا رہا

ہائے وہ رکعت کہ جو پوری نہ ہو کر رہ سکی
مقتدی سجدے میں تھا اور مقتداء جاتا رہا

ایک مجاہد، ایک قلندر، ایک مسلمان اٹھ گیا
ایک شیدائے مصطفیٰ ﷺ جاتا رہا۔

(ماہرؔ)

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی شخصیت کے چند پہلو

(ماجد محمود توحیدی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے توسط سے انسانیت کیلئے اپنی نعمتوں کی تکمیل کی ہے۔ انہیں نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ حضور ﷺ کی اپنی ذات مبارک اور آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا وہ فیض ہے جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو ہر نعمت برتر اور کامل دی ہے۔ انہی نعمتوں میں سے ایک نعمت اللہ تعالیٰ کے مقرب اور خاص بندے ہیں جو دوسرے انسانوں کی شخصیت کی تکمیل کا سبب بنتے ہیں۔ یہ اللہ کے بندے اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔ انہیں اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل لوگوں میں سے موجودہ صدی کے ولی کامل قبلہ محمد صدیق ڈارؒ ہیں جن کی شخصیت کا ہر پہلو کامل اور جن کی ذات باعث قرار قلب و جان تھی۔

ہماری خوش قسمتی کہ ہمیں بابا جان قبلہ ڈار صاحب کی صحبت و محبت میسر رہی۔ ہم اپنی عقل و سمجھ اور بساط کے مطابق جو بابا جان کی شخصیت کو سمجھ پائے ہیں اس کے مطابق ان کی شخصیت کے کچھ پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کما حقہ تو ان کی ذات کا ادراک تو کجا کسی ایک پہلو کو بھی سمجھ نہیں سکتے کہ ایک ذرہ ناچیز سورج کی تابانیوں کو کیونکر سمجھ سکتا ہے یا ایک قطرہ ناچیز سمندر کی اتھاہ گہرائیوں کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے۔ ہم صرف اپنی عقل و سمجھ کے مطابق ہی کسی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ذات تو پوری تابانیوں کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہے۔

باطنی اصلاح: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے مقصد بعثت کو چار مقامات پر واضح کیا ہے ان میں سے ایک مقصد بعثت "یزکیکم" بھی ہے یعنی میرا نبی ﷺ تمہارا تزکیہ کرتا ہے۔ بابا جان قبلہ ڈار صاحب تزکیہ کا ترجمہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ مانجھ کر صاف کرنا کہ اس کی اصل شکل وصورت نکل آئے۔انسان سے کثافت دور ہو جائے اور اس کی اصل انسانیت نمایاں ہو جائے۔اور یہ آپ ﷺ کی صحبت مبارک کا ہی فیض ہے کہ کوئی دور اس دور جیسا نہیں ہو سکتا نہ کوئی انسان اس دور کے لوگوں یعنی صحابہ کرام کے رتبے کو پہنچ سکتا ہے چاہے جتنی مرضی عبادت کر لے۔حقیقی بزرگی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے اس طریقے کے مطابق لوگوں کی باطنی اصلاح کی جائے۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے اپنی کتب میں اس بات پر زور دیا ہے کہ کامل ہونے کے بعد بزرگ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنی توانائیاں لوگوں کی اصلاح میں لگائے۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ میں ہم نے یہ بات بدرجہ اتم دیکھی ہے کہ جب بھی ہم ان کے پاس بیٹھے ایک نئی روحانی بالیدگی، قلب وفکر کی تطہیر ہم نے اپنے اندر محسوس کی۔کثافت لے کر جاتے تو لطافت لے کر آتے اگر بوجھل دل کے ساتھ جاتے تو خوشی ومسرت سے سرشار ہو کر آتے اور نیکی وپارسائی کی طرف جانے اور عمل سے سرشار جذبہ لے کر لوٹتے۔یہی بزرگی کی نشانی ہے۔

عفو ودرگزر اور چشم پوشی:

منصب رسالت پر فائز حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ربّ کریم نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اور دوسری جگہ سورۃ توبہ کی آخری آیات میں نبی پاک ﷺ کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ" آپ ﷺ

مومنوں کے لیے رؤف اور رحیم ہیں''۔چونکہ بزرگان دین میں بھی حضورﷺ کے اوصاف کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔اس لیے بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ بھی پیکر عفوودرگزر تھے جاہل سے جاہل قسم کے رویے بھی بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے کبھی کسی کا عیب اس کے سامنے بھی بیان نہ فرماتے ہمیشہ باطنی اصلاح اور دعا کے ذریعے سے اسکی ہدایت کا سامان فرماتے اور ہمیں بھی ہمیشہ اسی بات کی تلقین فرماتے۔کہ معاف کردینے کا حوصلہ رکھنے والے لوگ ہی جنت جانے والے ہیں۔ہم نے ساری زندگی بابا جان کا کبھی بھی Tempramentlose, یعنی مشتعل ہوتے نہیں دیکھا۔

عزم وہمت کے پہاڑ:

کفار مکہ نے حضورﷺ کو اللہ کے دین کا پیغام پہنچانے سے روکنے کیلئے ہر طرح کے حربے آزمائے۔مگر آپﷺ کے عزم واستقلال میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی آپﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے نہیں رکوں گا۔بابا جان قبلہ ڈار صاحب بھی اسی سنت مبارکہ پر ساری زندگی عمل پیرا رہے۔جس کام کو شروع کیا اس کی تکمیل کیے بغیر آرام سے نہ بیٹھتے۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ میں عزیمت کا وصف کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔بڑے سے بڑا کام بھی ان کے سامنے پرکاہ کی حیثیت نہ رکھتا۔حلقہ کی تشکیل نو اور مرکز تعمیر ملت کے لئے دن رات ایک کرنا اور اس کے لئے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا اس بات کا غماض ہے کہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر قسم کی قربانی دینا عظیم لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے۔

دائمی مسرت وشادمانی:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ''خبردار اللہ کے ولیوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور

نہ کوئی غم''۔اس آیت مبارکہ کی صحیح معرفت تو راہ سلوک پر عملی طور پر گامزن لوگ ہی کر سکتے ہیں کہ دائمی مسرت وشادمانی کی کیا کیفیات ہوتی ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے راستے پر چلنے والوں کے لئے ایک نعمت ہے۔

ہم نے زندگی کا خاصہ حصہ بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ کی رفاقت میں گزارا ہے۔ہم نے آپؒ کو کبھی رنجیدہ ہوتے نہیں دیکھا سنجیدگی،متانت اور اطمینان سے ہر مشکلات کا مقابلہ کرتے ۔ جب ملتے ہمیشہ ہشاش بشاش و تابندہ چہرہ مبارک پر ایک خوبصورت مسکراہٹ لئے ان کو دیکھا۔دل موہ لینے والے انداز میں باتیں فرماتے۔ایک دفعہ ہم بابا جان سے ملنے ان کے گھر گئے بابا جانؒ اپنے آبائی گاؤں نوکھر تھے۔ہمیں اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ہم اندر گھر میں داخل ہوئے تو بابا جان بیدار ہو گئے اور ہم سے باتیں کرنے لگے۔طبیعت اتنی fresh اور ہشاش بشاش تھی جیسے سو نہیں رہے تھے بلکہ جاگ ہی رہے تھے۔ حالانکہ عام آدمی سوتے میں اچانک بیدار ہو تو طبیعت کچھ دیر بعد fresh ہوتی ہے۔اور بھی بہت سی باتیں اور ان کی شخصیت کے پہلو ہیں جن کا ہم اپنی کج فہمی اور کم عقلی کی وجہ سے ادراک نہیں کر سکتے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے درجات بلند فرمائے۔اللہ ان کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے نہایت قربت میں جگہ عطا فرمائے۔اور ان کے لگائے ہوئے پودے یعنی مرکز تعمیر ملت کو ملت اسلامیہ کے اتحاد اور نشاۃ ثانیہ کا مرکز بنا دے۔آمین۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

(ماجد محمود مرکز تعمیر ملت)

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی زندگی میں ہی اپنا جانشین جناب قبلہ عبدالستار خان صاحبؒ کو مقرر فرما دیا تھا لیکن قبلہ عبدالستار خان صاحب اپنی زندگی میں بوجہ علالت اپنا خلیفہ اور جانشین مقرر نہ فرما سکے۔

بانیٔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے دیے ہوئے دستور (طریقت توحیدیہ) کے مطابق اگر شیخ سلسلہ کسی وجہ سے اپنا جانشین مقرر نہ کر سکے تو مجازین کرام اپنے میں سے اتفاق رائے سے کسی ایک کو بطور شیخ سلسلہ منتخب کرتے ہیں۔

چنانچہ 1991 میں گوجرانوالہ میں مجازین کرام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں جناب بشیر مرزا صاحب، جناب آفتاب احمد خان صاحب، جناب راجہ علی اکبر صاحب، جناب عبدالقادر صاحب، جناب الحاج محمد مرتضیٰ صاحب، جناب تجمل صاحب اور جناب محمد یعقوب صاحب (موجودہ شیخ سلسلہ) نے شرکت کی اور متفقہ طور پر قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کا بطور شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ انتخاب کر لیا گیا۔

قبلہ محمد صدیق ڈار ایئر فورس سے ریٹائرمنٹ کے بعد قصبہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور ریٹائرمنٹ کے بعد خلیفہ رسول اللہ ﷺ جناب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسبت سے کپڑے کا کاروبار شروع کیا۔

1991 میں شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ بننے کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی

تنظیم نو کا آغاز کیا۔ بکھرے ہوئے توحیدی بھائیوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرویا۔ آپؒ نے شیخ سلسلہ بننے کے بعد گوجرانوالہ کو اپنی تبلیغ کا مرکز بنایا اور آپؒ گوجرانوالہ کے بہت ہی پیارے بھائی شیخ محمد اکرم صاحب کے آفس ''**مسکین لنگی ہاؤس**'' اور بعد ازاں شیخ صاحب کی فیکٹری میں ہر بدھ والے دن تشریف لے جاتے تھے اور گوجرانوالہ اور قرب و جوار کے حلقہ جات سے بھائی آپؒ سے فیض یاب ہونے کے لیے تشریف لاتے تھے۔

شیخ سلسلہ بننے کے بعد آپؒ نے پورے پاکستان میں مقیم توحیدی بھائیوں سے خود رابطے کیے اور ان کو سلسلہ توحیدیہ کے دھارے میں شامل کیا۔ یوں آپؒ کی انتھک کاوشوں سے رکا ہوا، تھما ہوا کارواں پھر سے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

آپؒ کی قیادت میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سالانہ اجتماع 1993 میں گوجرانوالہ میں منعقد ہوا جس میں آپؒ نے اپنا سالانہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا۔

نوکھر میں قیام کے دوران آپؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے دوسرے بھائیوں کو شیخ سلسلہ کی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے اور رابطے کو مضبوط کرنے کے لیے ماہانہ دو اوراق پر مشتمل پمفلٹ '' **عکس ایام** '' کے نام سے تمام حلقوں کو ارسال کیا کرتے تھے۔ جس میں شیخ سلسلہ کے مختلف حلقوں کے دورہ جات اور توحیدی بھائیوں کی ''کاشانہ توحیدیہ'' آمد اور شیخ سلسلہ سے ملاقات کرنے والے بھائیوں کا تذکرہ ہوتا تھا۔ اور اگر شیخ سلسلہ کی طرف سے کوئی اہم اعلان یا نوٹس دینا مقصود ہوتا تو وہ بھی اس میں درج کر دیا جاتا تھا۔

مرکز کے بغیر کوئی بھی جماعت آگے نہیں بڑھ سکتی اور نہ ہی اپنے مقاصد حاصل کر سکتی ہے۔ 1991 میں شیخ سلسلہ بننے کے بعد ہی آپؒ نے اس کی اشد ضرورت محسوس کی اور اللہ کے فضل و کرم اور قبلہ ڈارؒ کی انتھک کوشش اور توحیدی بھائیوں کے ایثار و قربانی کی

بدولت یہ نہایت ہی مختصر سی جماعت اپنے لیے ''مرکز'' حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

1996 میں ''**مرکز تعمیر ملت**'' کے لیے گوجرانوالہ کینٹ کے قریب ''وحید کالونی'' میں جگہ خرید لی گئی اور تعمیر کا آغاز ہوگیا۔ مرکز تعمیر ملت کا سنگ بنیاد آپؒ نے اپنے دست مبارک سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے رکھا۔ اس تقریب میں گوجرانوالہ، گکھڑ اور حلقہ ڈسکہ کے توحیدی بھائیوں نے شرکت کی۔

مرکز کی تعمیر میں شیخ برادران جناب شیخ محمد اسلم اور جناب شیخ محمد اکرم نے بہت ایثار و قربانی کا ثبوت دیا اور اللہ کے اس کام میں نہ صرف اپنا قیمتی وقت صرف کیا بلکہ مالی امداد میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرکز تعمیر ملت کی تعمیر میں شیخ برادران کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

مرکز کی تعمیر کے بعد 1997 میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ اپنے آبائی گاؤں کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر اپنی زوجہ محترمہ (جنہیں سب توحیدی بھائی ماں جی کہتے ہیں) کے ساتھ مرکز تشریف لے آئے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو مزید منظم کرنے اور سلسلہ کی تعلیم و ترویج کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ بانی سلسلہ کی تعلیمات ہر طرف پھیلنے لگیں۔ بہت سے نئے حلقوں کا قیام عمل میں آیا۔

بانی سلسلہ قبلہ انصاریؒ کی خواہش تھی کہ ہمارا ایک رسالہ بھی ہو جس کے ذریعے ہم اپنی تعلیم کو پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچا سکیں۔ قبلہ انصاری صاحبؒ کی اس خواہش کی تکمیل کے لیے قبلہ ڈار صاحبؒ نے رسالہ ''**فلاح آدمیت**'' کے نام سے شروع کیا۔ یہ رسالہ اپنے آغاز سے لے کر تا حال سلسلے کی تعلیم کو بھرپور اور موثر طریقے سے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے اور الحمدللہ ہمارے اس شمارے کو ملک کے دانشور اور پڑھے لکھے لوگوں کے حلقے میں پذیرائی ملی ہے کہ اس میں فرقہ واریت سے پاک، قرآنی تعلیم

کے مطابق اخلاق سنوارنے اور کردار بنانے کی بات کی جاتی ہے۔

مجلّہ فلاح آدمیت کے لیے ہر ماہ قبلہ ڈار صاحبؒ مضمون لکھا کرتے تھے بعض شماروں میں تو آپ کے دو، دو مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔ آپؒ کے مضامین سے قرآن و سنت کی تعلیمات جھلکتی تھیں۔ آپؒ اپنے مضامین میں اور بھائیوں سے گفتگو میں بھی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے کثرت سے حوالہ جات دیتے اور اقبالؒ کے اشعار آپؒ کی گفتگو اور اسلوب کو اور بھی حسن عطا کرتے تھے۔

بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ ہر سال نومبر میں تمام حلقہ جات کے دورے فرماتے تھے اور یہ سلسلہ آپؒ کے وصال تک جاری رہا۔ آپؒ کے دوروں سے جہاں انتظامی لحاظ سے تمام حلقے مضبوط ہوتے تو دوسری طرف حلقوں کی قوت عمل اور روحانیت میں بھی ایک نئی تحریک پیدا ہوتی۔ آپؒ کی صحبت سے ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوتا اور قوت عمل تیز تر ہو جاتی

مرکز تعمیر ملت میں آپؒ تقریباً صبح آٹھ بجے باہر برآمدے میں تشریف فرما ہوتے اور ظہر کی نماز تک وہاں بیٹھتے اور پھر عصر سے نماز مغرب تک تشریف رکھتے تھے۔ برآمدے میں آپؒ کے لیے کرسی اور میز رکھا گیا تھا اور اس پر آپؒ کی ضرورت کی اشیا پڑی ہوتی تھیں۔ آپ کے اردگرد اور کرسیاں رکھی ہوتی تھیں جس پر آنے والے توحیدی بھائی بیٹھتے تھے۔ اس کو بابا جان نے اپنے "**دفتر**" کا نام دے رکھا تھا۔

اپنے دفتر میں بیٹھ کر قبلہ ڈار صاحبؒ مرکز آنے والے توحیدی بھائیوں سے ملاقات، توحیدی بھائیوں کے خطوط کے جوابات اور مطالعہ کتب فرمایا کرتے تھے۔ آپؒ اپنے دفتر میں کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے۔ کیونکہ قرآن کی تعلیمات ہمیں ہر وقت عمل کی طرف راغب کرتی ہیں اور قبلہ بابا جان ڈار صاحبؒ اسکی مجسم تصویر تھے۔ ایک بار آپ نے

عمل کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اپنی مثال دی اور فرمایا ''مجھے آپ میرے آفس میں فارغ بیٹھا نہیں دیکھیں گے۔ مجھے آپ کسی نہ کسی کام میں مصروف پائیں گے''۔

مرکز تعمیر ملت پر ہر انگریزی مہینے کے پہلے اتوار لوکل حلقہ جات گوجرانوالہ، گکھڑ، نوکھر، نوشہرہ ورکاں اور ڈسکہ وغیرہ سے توحیدی بھائی آپ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے تھے اور آپؒ توحیدی بھائیوں میں جلوہ افروز ہوتے تو محفل پر کیف اور مسرور ہو جاتی اور توحیدی بھائی آپ سے ملاقات میں اپنا دامن روحانیت اور فیض سے بھر کر لے جاتے۔

مرکز تعمیر ملت جو سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روحانی Head office ہے اس سے آپؒ کو حد درجہ لگاؤ اور محبت تھی۔ قصبہ نوکھر سے مرکز تعمیر ملت shift ہونے سے لے کر وصال تک آپؒ مرکز تعمیر ملت پر ہی مقیم رہے۔ کہیں بہت ضروری آنا جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے ورنہ نہیں۔

یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ جون 2013 میں آپ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی گوجرانوالہ کے C. M H. میں آپ کو داخل کرایا گیا اور بعد ازاں آپؒ کے چھوٹے صاحبزادے بریگیڈئر حامد محمود صاحب آپ کو راولپنڈی لے گئے جہاں چند دن آپؒ cm h میں داخل رہے۔ علاج کے دوران بھی اگر آپؒ کو تھوڑا سا بھی افاقہ ہوتا تو آپؒ اپنے صاحبزادے سے مرکز جانے کے لیے اصرار کرتے۔ جب چند دن کے علاج سے آپ کی طبیعت سنبھلی تو آپ مرکز تعمیر ملت تشریف لے آئے۔ 6 جولائی کی رات آپؒ کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ آپؒ کو گوجرانوالہ کے C.M.H لے جایا گیا لیکن آپؒ کا اپنے خالق حقیقی سے ملنے کا وقت آ گیا تھا۔ آپ اسی رات تقریباً ۲ بجے تمام توحیدی بھائیوں اور اپنے خاندان کو سوگوار چھوڑ کر اپنے محبوب اور خالق و مالک کے پاس چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ آپؒ کے درجات بلند فرمائے ،آپؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور اپنے نہایت ہی مقرب بندوں میں شامل فرمائے ۔اللہ تعالیٰ آپؒ کی سلسلہ توحیدیہ کے لیے کی گئی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرماتے ہوئے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور آپؒ کی خواہش وکوشش کے مطابق سلسلہ توحیدیہ کو اسلام کی نشاط ثانیہ کا ذریعہ بنائے ۔آمین

جانشین کا اعلان

بانی سلسلہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے طریقت توحیدیہ میں شیخ سلسلہ کے فرائض میں لکھا ہے کہ شیخ سلسلہ کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے جانشین اور نئے شیخ سلسلہ کا اعلان کر دے بابا جان قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنے اس اہم فرض کو بھی بڑی خوبی سے نبھایا اور اپنے وصال سے چند سال پہلے لاہور حلقہ کے بزرگ بھائی جناب محمد یعقوب توحیدی کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر فرمایا۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ بابا جان کے خلیفہ اور نئے شیخ سلسلہ قبلہ جناب محمد یعقوب توحیدی مدظلہ کی قیادت میں مخلوق خدا کا رشتہ خالق سے مضبوط تر کرنے اور سالکان راہ خدا کی تشنگی مٹانے میں مصروف عمل ہے۔

سنہری یادیں

(عزیز عارف)

یوں تو قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے گلشن توحید کے سبھی پھول اپنی اپنی جگہ خاص مقام کے حامل ہیں مگر دستور زمانہ ہے کہ گلشن میں کبھی کوئی خاص پھول نمودار ہوتا ہے جسے امتیازی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے رنگ و مہک میں خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ جاذب نظر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے گرد و پیش کو بھی معطر کر دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک منفرد پھول مثل قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کی صورت میں بانی سلسلہ توحیدیہ کے گلشن میں 1959 میں زینت گلشن بنا۔ محض 24 سال کی عمر اور بھرپور جوانی کا دور! اسی سال آپ قبلہ انصاری صاحبؒ کے دستِ مبارک پر بیعت سے مشرف ہوئے اور جوانی کی توانائیوں کو ایک مشن سمجھ کر ذوق اور ولولے سے استعمال کرتے ہوئے 1961ء میں کم و بیش ایک سال کے عرصہ میں ہی آپ کو خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ نے اپنا مجاز مقرر فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

چونکہ آپؒ کی ملازمت پاکستان ایئر فورس میں تھی اور ایئر فورس کی روٹین ہے کہ ضروریات کے تحت مین پاور کو بذریعہ پوسٹنگ دوسرے مقام پر شفٹ کیا جاتا ہے یوں آپ جہاں بھی تعینات رہے آپؒ نے حلقہ کی خوب خدمت کی۔ سلسلہ کی تعلیم کو بطریق احسن انجام دیا اور برادران کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہوا۔

آپؒ کی حیات مبارکہ شروع ہی سے مجاہدانہ اوصاف سے متصف تھی۔

ہمیشہ آپؒ کی نظر ٹاپ پر ہوتی تھی۔ 1972ء تک تحریک توحیدیہ میں شامل برادران کی تعداد اچھی خاصی ہو چکی تھی۔ اور قبلہ انصاری صاحبؒ نے بہت سے بھائیوں کو بزرگ ڈیکلیئر کیا تھا۔ چنانچہ ملتان میں منعقدہ سالانہ کنونشن پر بھائیوں کو بالعموم اور بزرگ بھائیوں کو بالخصوص اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ اب آپ سلسلہ کی تعلیم کی تبلیغ و اشاعت کا کام زبانی دعوت کے ذریعے بھی کر سکتے ہو۔ یاد رہے کہ اس سے قبل محض دعا سلام اور پیار کے ساتھ ساتھ باطنی توجہ سے کام چلتا تھا۔ جسکے لئے "ٹیکہ لگانا" کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی۔ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو 1972ء میں کورنگی کریک کراچی میں سکول آف ایئر وناٹکس میں بطور انسٹرکٹر پوسٹ کیا گیا۔ وہیں اس کے ساتھ ہی سکول آف الیکٹرونکس بھی واقع ہے۔ ہر دو اداروں میں نوجوان اپنے اپنے ٹریڈ کی ٹریننگ لیتے ہیں۔ بابا جی نے نوجوانوں کو سلسلے کی تعلیمات سے روشناس کرانے میں کلیدی کردار ادا فرمایا اور 1973ء میں جب ایک مرتبہ پھر سالانہ کنونشن ملتان میں منعقد ہوا تو ائر فورس کے بہت سے نوجوان بھائی قبلہ محمد صدیق ڈارؒ نے انصاری صاحبؒ کے سامنے بیعت کے لئے پیش کئے تو بانی سلسلہ بہت خوش ہوئے اور قبلہ ڈار صاحبؒ کے کام کو سراہا۔

آپؒ کو ایئر فورس نے جو سرکاری گھر دیا تھا وہاں بھائیوں کا میلہ لگا رہتا تھا۔ رات گئے تک پریم کی محافل جاری رہتی تھیں۔ حلقہ ذکر والے دن یا "ویک اینڈ" پر دوسرے حلقوں سے بھائی بھی آ جایا کرتے تھے۔ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ رات کب گزر گئی۔ آپؒ نہایت حکیمانہ اور شیریں انداز بیاں سے تعلیم پیش فرماتے تھے ساتھ فیض کا ٹیکہ بھی ایسا لگاتے تھے کہ حاضرین محفل مسحور و مدہوش ہو کے اٹھتے تھے۔ کراچی میں اس دور میں تقریباً سات حلقے قائم تھے۔

ہر ماہ ایک مرکزی حلقہ ذکر کا انعقاد ہوتا تھا۔اور کورنگی کریک جو جناب قبلہ ڈارؒ کا حلقہ تھا ، سے کم و بیش سو بندے شریک ہوتے تھے ۔ ایئر فورس سے دو خصوصی کوچز (بڑی بسیں) بابا جان منظور کرالیا کرتے تھے اور خوب رونق رہتی تھی۔

آپ نے زندگی بھر کوئی لمحہ ضائع نہیں فرمایا اور سلسلہ کی تعلیم من وعن پھیلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا۔فرماتے تھے "جب تعلیم کو ٹھوک بجا کر دیکھ لیا تو پھر پیچھے مڑ کر کیا دیکھنا۔ذکر میں کبھی ناغہ نہ کرو۔ورنہ سلوک کی گاڑی کوئٹہ جا رہی ہے اور ذکر کا ناغہ کرو گے تو گویا ایک انجن اتار دو گے گاڑی ریورس میں کراچی نہ آئی تو روہڑی تک آ ہی جائے گی۔ بھلے چند منٹ ہی ذکر نفی اثبات کرلو گے تو کم از کم بریک تو لگ جائے گی اور ریورس سے بچ جاؤ گے۔"

تمام معمولات زندگی اور مقرر شدہ اہداف کو قبل از وقت انجام دینے کے قائل تھے ۔ چنانچہ ہم نے ذاتی طور پر اور آپ کے حالات زندگی اور تعلیم پر آپ کے عمل ،محنت اور جانفشانی کو دیکھا کہ نہ صرف سال بھر میں سلوک طے کرلیا بلکہ قبلہ انصاری صاحبؒ نے آپ کو مجاز مقرر فرمایا۔جبکہ انصاری صاحبؒ چھ ماہ تک کسی کو بیعت بھی نہ فرماتے تھے اور بعض لوگ تو سالوں طالب رہے۔

برادران سلسلہ قبلہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ سے آٹوگراف لیا کرتے تھے ۔جب آئین ومنشور سلسلہ عالیہ توحیدیہ یعنی طریقت توحیدیہ چھپ گئی اور بھائیوں نے کاپیاں حاصل کیں تو یہ نوشہرہ ورکاں میں 1963ء کے سالانہ اجتماع کا موقع تھا۔قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو بانی سلسلہ نے جو آٹوگراف دیا وہ یہ تھا کہ "محبت اور صداقت تمہیں خدا سے ملا دے گی۔" آپ سراپا محبت تھے اور فرماتے تھے اصل میں محبت ہی ہے جسے اپنانا چاہیے صداقت تو محبت

پر ایک Check ہے۔آپؒ استقلال اور ثابت قدمی کی مثال تھے۔ہر وقت اور سوچ سمجھ کے فیصلہ کرتے اور اس پر ڈٹ جاتے تھے۔

آپؒ بانی سلسلہ سے والہانہ پیار کرتے تھے اور قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اسلام آباد میں اپنے قیام کے دوران اپنی بیٹی اور داماد کو ملتے ضرور تھے مگر رات کا قیام راولپنڈی میں قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے ہاں کرتے تھے۔مرشد سے محبت کے باوجود پاس ادب ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔"Always be No.1"۔ اور اس میں بذات خود ایک رول ماڈل تھے تعلیم کا میدان سروس کے کورس ،فرائض منصبی،تحاریر و تقاریر، راہ سلوک اور تعلیمات سلسلہ ہوں یا کوئی بھی Assignment زندگی میں آپ کو ملی آپ نے خود کو نمبر ون ہی ثابت کیا۔

آپ واقعتاً عارف باللہ تھے۔اور قبلہ انصاری صاحبؒ سے جو سنا اسے نہ صرف یاد رکھا بلکہ کتابی شکل میں بھی سب طالبان راہ خدا کے لئے بطور ایک عظیم سرمایہ کے محفوظ چھوڑ گئے مگر بات وہی ہے۔عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی۔اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی انہی کا سا جذبہ محنت عطا فرما کے خدمت خلق کے لئے قبول فرمائے۔

یادِ رفتگان

(پیر خان توحیدی)

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے 7 جولائی 2013ء کو داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گئے۔ آپ کے انتقال کی اطلاع پورے پاکستان میں مریدین سلسلہ عالیہ توحیدیہ اور آپ کے عزیز و اقارب تک پہنچ گئی اور لوگ مرکز تعمیر ملت پہنچنے لگے۔ بعد از نماز عصر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور آپ کو ہزاروں اشک بار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔ قبلہ ڈار صاحب کو اپنے مریدین کے ساتھ جو پیار اور محبت تھی وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے کئی گناہ بڑھ کر تھی اسی لئے آپ نے اپنے بیٹوں اور دیگر اہل خانہ کو وصیت کر دی تھی کہ میرے معاملے میں میرے مریدین سے کوئی بحث مباحثہ نہ کیا جائے۔ میرے کفن دفن میں جو وہ چاہیں کریں۔ بابا جی زندگی کے آخری لمحات میں بھی اپنے مریدین کو نہ بھولے اور یقیناً وہ قیامت کے روز بھی ہماری سفارش کریں گے۔

بابا جان اپنے تبلیغی دوروں کا آغاز ہمیشہ راولپنڈی اسلام آباد کے حلقوں سے شروع کیا کرتے تھے ان کا آخری دورہ 12 اکتوبر 2012ء سے 14 اکتوبر 2012ء تک راولپنڈی میں تھا اسلام آباد والے بھائی بھی راولپنڈی آ جاتے ہیں اور آسانی سے بابا جی کا سارا پروگرام اٹینڈ کر لیتے تھے۔ اس دورے کے دوران ایک دن بابا جی بھائیوں سے بات چیت کر کے حسب عادت قیلولہ کیلئے اپنی آرام گاہ میں چلے گئے۔ میں بھی اس خیال سے بابا جی کے پاس چلا گیا کہ شاید انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگے میرا بریف کیس مجھے پکڑاؤ پھر کہنے لگے اس میں کچھ دوائیاں ہیں وہ نکال کر مجھے دو۔ میں نے وہ دوائیاں

نکالیں اور کہا بابا جی اتنی گولیاں! کہنے لگے ہاں اب انہی پر گزارہ ہو رہا ہے۔

بابا جی نے اپنا کیریئر پاک فضائیہ کی سروس سے شروع کیا اور چیف وارنٹ آفیسر کے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد تقریباً 24 سال سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی خدمت کرنے اور بھائیوں کو اخلاقیات اور روحانیات کی بلند منزلوں تک پہنچانے میں رات دن محنت اور مشقت کرتے رہے۔ میری پہلی ملاقات بابا جی سے 1967ء میں پی اے ایف بیس رسالپور میں ہوئی اس وقت آپ بھر پور جوانی میں تھے اور سارجنٹ کے رینک پر فائز تھے۔ اگر چہ سرگودھا بیس پر قاضی غیور اور دیگر بھائیوں کی زبانی بابا جی کا غائبانہ تعارف ہو چکا تھا اور آپ کی بہت تعریفیں بھی سنی گئی تھیں لیکن رسالپور میں جب آمنا سامنا ہوا تو آپ ان تعریفوں سے بھی بڑھ چڑھ کر پائے گئے۔ آپ نہایت ہی چاک و چوبند اور خوبصورت شخصیت تھے۔ آپ کی باتوں سے مٹھاس اور آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹتے تھے۔ پیر بھائیوں کے علاوہ دوسرے کئی لوگ بھی آپ کی محفل میں بیٹھ کر آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔ رسالپور میں بہت پیار کرنے والے بھائی تھے جن میں جناب مبارک علی صاحب، گل زر صاحب سرفہرست تھے اور بابا جی اکثر ان کے پاس آتے اور پیار و محبت کی باتیں کرتے۔

ہمارے ایک بھائی خورشید صاحب ہیں جو راولپنڈی میں رہتے ہیں ان کی قبلہ ڈار صاحب کے ساتھ بہت بے تکلفی تھی۔ یہ دونوں صاحبان تقریباً ایک ہی بیچ کے تھے اور پشاور بیس پر ایک ہی سکارڈن میں کام کرتے تھے۔ سناتے ہیں کہ ایک دن ہم دونوں ایک ہی شفٹ میں ایک ہی جہاز پر کام کر رہے تھے۔ انجن سٹارٹ کیا تو اس سے شعلے نکلنے لگے اور جہاز کو آگ لگ گئی انکوائری کی گئی۔ ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ان دونوں کا کورٹ مارشل ہوگا۔ لیکن ڈار صاحبؒ بالکل پرسکون تھے اور مجھے بھی حوصلہ دیتے اور کہتے

گھبراؤ نہیں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ میں حیران تھا کہ سارا جہاز جل گیا ہے اور یہ کہتے ہیں کچھ بھی نہ ہوگا۔ انکوائری میں ہم دونوں کے علیحدہ علیحدہ بیان لئے گئے۔ جب فائنڈنگ آئیں تو واقعی ہمارے اوپر کوئی الزام ثابت نہ ہوا۔

یہ دنیا اگرچہ بے حد دلکش اور خوبصورت ہے مگر اس کی خوبصورتی وہی محسوس کر سکتا ہے جس کا دل خوش ہو ورنہ دنیا تو وہی ہوتی ہے لیکن کسی کے لئے محض قید خانہ اور دکھ کا طویل عرصہ گزارنے کی جگہ بن کر رہ جاتی ہے۔ گویا انسان کا دل ہی اصل میں خوشی دل کشی رعنائی اور غم کے احساسات پیدا کر کے منظر بنا دیتا ہے۔ کتنے قیمتی ہوتے ہیں وہ نفوس جو دوسرے انسانوں کے دلوں کو پرسکون رکھنے کے لئے اپنی جان کھپا دیتے ہیں۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کا اپنا دل اپنے مالک اور خالق کی محبت میں خوش ہو جس نے اپنے آپ کو اپنے رب کی رضا میں راضی کر دیا ہو اور رب کی رضا یہ ہے کہ انسان کیلئے سلامتی ہو، شر نہ ہو۔ انسان سراپا سلامتی بنتا ہی اس وقت ہے جب وہ اللہ کی بندگی میں فخر محسوس کرے اور اس کی اطاعت اس کی بندگی کا محور بن جائے جب بھی ایسے انسان کی رحلت کی خبر آتی ہے تو بے اختیار دل ایک منظر کشی ضرور کرتا ہے۔ جس میں اللہ کے فرشتے بڑی عزت و احترام سے اس کی روح کو تھامے عالم بالا کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ بظاہر وہ بے جان جسم مگر بے حد اور بے حساب خوش اور مطمئن۔ اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی جذبات اس وقت بھی ابھرے جب بابا جی کی رحلت کی خبر ملی۔ جانا ہر ایک نے ہے جو پیدا ہوا وہ واپس جائے گا لیکن جسے یہ رتبہ مل جائے تو کیا کہنا۔ کیا ہی شاندار نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بابا جان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

جناب قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ایک عہد ساز شخصیت

(محمد عتیق عباسی)

ربّ کائنات کا ارشاد ہے: ''خواہ مرد ہو یا عورت جس نے اچھا عمل ایمان اور اخلاص کے ساتھ کیا ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطاء کریں گے اور اسکی نیکیوں کا اعلیٰ اجر عطاء فرمائیں گے''۔ (سورہ النحل آیت 97)

آپؒ اس آیت میں دی جانے والی بشارت کے مصداق تھے ایک پاکیزہ زندگی گزار کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ امید واثق ہے کہ آپؒ بارگاہ ایزدی میں نفس مطمئنہ کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

چھوڑا جو زندگی کو تو آزاد ہو گئے
اک نقش رہ گیا ہے کہیں فرش خاک پر

شیخ سلسلہ کے منصب پر فائز ہونے اور اس کے بعد کے حالات زندگی اور خدمات کا اجمالی جائزہ پیش ہے۔ جناب قبلہ عبدالستار خان صاحب کے وصال کے بعد سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں ایک بڑا خلا پیدا ہوا۔ ہمارے چند بھائیوں نے انانیت، انا پرستی اور زعم خود بزرگی کے بانیٔ سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی تعلیمات خصوصاً اصولِ جانشینی سے صرف نظر ہی نہیں کیا بلکہ انحراف کرتے ہوئے شیخ سلسلہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ ان حالات میں جب سلسلہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا محبت اور اخوت جو سلسلہ توحید کا طرۂ امتیاز تھا۔ اس میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ برادران پر مایوسی کا عالم طاری ہو گیا۔ آپؒ نے سلسلہ کی تعلیم کے مطابق اور بزرگ بھائیوں کے پرزور اصرار و دعوت پر اپریل 1991ء میں شیخ سلسلہ کا منصب سنبھالا۔ راقم اس

وقت بسلسلہ ملازمت بیرون ملک مقیم تھا۔ بقول ہمارے بزرگ بھائی محمد مرتضیٰ صاحب آپ ؒ نے شیخ کے منصب کیلئے معذرت کی۔ مجازین و بزرگ بھائیوں نے آپکی منت سماجت کی۔ بعدازاں آپؒ محفل سے اٹھ کر دوسری منزل چلے گئے۔ ناامیدی کی فضاء قائم ہو رہی تھی کہ جناب حاجی صاحب اوپر گئے۔ اور کیا دیکھتے ہیں کہ آپ سجدے میں ہیں اور ربّ کائنات کے حضور اشکوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں اور زارو قطار رو رہے ہیں۔ اللہ ہی جانے اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کی توفیق یا محبت یا کیا تھا جو آنسو بہائے جا رہے تھے۔ بہرکیف آپؒ نے شیخ سلسلہ کا منصب قبول فرمالیا۔

جسم پر تیرے قبائے رہبری ٹھیک آ گئی
حسن فطرت تجھ میں تھا، شان قیادت تجھ میں تھی

استقامت :

دنیا میں کروڑوں اربوں لوگ آئے اور چلے گئے اور اللہ جانے کتنے آنے باقی ہیں۔ ان میں اکثریت ایسی ہے جن کی زندگی میں نہ کوئی قابل ذکر واقعہ ہے اور نہ ہی ان کی موت مگر وہ لوگ جو کسی نصب العین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی ان کی مثال صحابہ کرامؓ یا پھر مجدد الف ثانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ جنید احمد بغدادیؒ اور خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں میں ملتی ہے۔ محمد صدیق ڈار صاحبؒ ایسے ہی چند بخت آور ہستیوں میں سے تھے۔

جیسا کہ ہمارے اکثر بھائی جانتے ہیں آپؒ کو اوائل دور میں بہت سے مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپؒ کو پریشان کرنے کیلئے ہر طرح کے حربے استعمال کئے گئے۔ استہزا، طنز و تشکیک کے تیر برسائے گئے۔ لیکن آپ کی نظر اپنے نصب العین پر رہی۔ نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ پائے استقامت میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ اور ہمیں بھی

قولاً نہیں بلکہ عملاً یہی سکھایا۔ آپؒ کی زندگی بچ بچا کر نہیں بلکہ مقصد کے لئے لٹا لٹا کر گزری۔ یہی وہ متاع فقیری ہے جس نے آپ کو امیر بنا ڈالا۔ بالآخر اس عظیم ہستی نے عمر بھر کی بے قراری سے رخصت پا کر 7 جولائی 2013ء دارالقرار کی جانب رخت سفر باندھا۔

مثل ایوان سحر مرقد فزوں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

لیکن تحریک روحانیت یعنی اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کے حوالے سے عظیم امانت اور بھاری ذمہ داری ہمارے سپرد کی۔ آپؒ کے بغیر بھی ہمارا حیات دنیوی کا سلسلہ چلتا رہے گا مستقبل کے خد و خال پڑھنے والے جلوہ دکھائیں گے، دلوں پر سحر کرنے والے دیوانے بھی پیدا ہوں گے۔ مگر قلوب کی دنیا میں ہل چل مچا دینے والا محمد صدیق ڈار صاحبؒ جیسا نارک فگن (تیرانداز) شاید ہمیں نہ مل سکے۔

لہو لہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون ؟
اٹھ گیا نارک فگن مارے گا دل پر تیر کون؟

مرکز تعمیر ملت:

فارسی شعر کا ترجمہ: میں نے اپنی زندگی کا عام سرمایہ محبوب کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ میں خوش ہوں اپنی بیتی ہوئی زندگی سے میں نے وہی کچھ کیا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ جناب ڈار صاحبؒ نوکھر میں مقیم تھے۔ برادران سلسلہ کو آمد و رفت میں دقت پیش آتی تھی چنانچہ فیصلہ ہوا کہ ایسے مقام کا انتخاب کیا جائے جہاں آمد و رفت میں آسانی رہے اور اجتماع بھی ہو سکے۔ ہم سب جانتے ہیں۔ مالی حالت کمزور ہی نہیں بلکہ مخدوش تھی۔ آپ نے اپنا کاروبار ترک کیا۔ تمام توانائی اور استعداد مرکز کی تعمیر کیلئے وقف کر دی ہم پر آپ کا

احسان عظیم ہے کہ آج ہمیں اجتماعی اور باعزت مل بیٹھنے کی جگہ میسر ہے۔مخدوش مالی حالات کی وجہ سے یہ کام آسان نہ تھا۔ تَوَ کَلْ عَلَی اللّٰہ اس کی ابتدا تو ہوئی۔آہستہ آہستہ خدوخال بنتے چلے گئے چھت میسر آ گئی تو ابھی فرش وغیرہ کچے تھے آپ ہر اتوار نوکھر سے تشریف لاتے، ذکر ہوتا ،اخلاص اور محبت بھری محفل جمتی۔اس نامکمل عمارت میں آپ نے اللہ کی رضا،خدمت خلق،تزکیہ نفس وقلوب اور لقاءاللہ کی جانب خلق خدا کو راغب کرنے کا فیصلہ کیا۔اپنے عزیز و اقارب آبائی رہائش،اور دیگر سہولیات ترک کر کے،عسرت، بے سروسامانی کے باوجود یہاں منتقل ہوئے۔ کچے ناہموار فرش پر چٹائی پر شب بسری کرتے رہے۔ان حالات پر جب نظر پڑتی ہے تو بے ساختہ ہماری اماں جی کو دل کی گہرائیوں اور صدق سے سلام پیش کرنے کو دل پکار اٹھتا ہے۔ایسے میں جو آپ کی مدد و معاون رہیں۔برادران سلسلہ کی خدمت کی،ہم اپنی محسنہ کے تہہ دل سے شکر گزار اور احسان کے معترف ہیں۔رب کریم ان کو جزاء عطا فرمائے۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دیتا رہا ہوں
صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

پیکر صدق و صفا مجسم عجز و انکسار

آپؒ پیرانہ سالی اور دیگر جسمانی امراض کے باوجود پاکستان میں جہاں جہاں حلقے قائم ہیں دورہ کیا کرتے تھے۔مریدین کو نورایمانی قلبی حرارت اور نورانیت سے امکانی حد تک مستفیض فرماتے۔نہایت ہی دلآویز انداز میں خدمت خلق،محبت اور اخوت کا جذبہ ابھارتے،ہمیشہ نرم گفتاری سے کام لیتے،فلسفہ حکمت اور معرفت بیان کرنے کا انداز نہایت ہی دلنشین ہوتا تھا ایسے محسوس ہوتا گویا کہ:

کمال علم تھا اتنا کہ اس کا ذکر ہو کیسے
کہ جن کی جنبش لب سے ہزاروں پھول کھلتے تھے

آپؒ ہر ایک سے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں مخاطب ہوتے۔آپ کا کوئی مرید شاید ہی شہادت دے سکے کہ غصہ تو کجا کبھی معمولی سی سرزنش بھی کی ہو۔آپ ہمیشہ آپ اور بھائی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔آپؒ صاحب حال ہی نہیں صاحب قال بھی تھے علم روحانیت اور عرفان تو تھا ہی آپ کی نظر علوم حاضرہ اور سائنس پر بھی تھی۔سوالات کے جوابات استدلال کے ساتھ دیتے تھے اور ہر طرح کی تسلی و تشفی فرماتے۔آپ کی زندگی سراپا عجز و انکسار، انتہائی سادہ تھی اور بغض حسد، تکبر و غرور سے پاک تھی۔آپ پیکر محبت و صداقت تھے اور اس کیلئے اکثر ہمیں تلقین فرمایا کرتے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ اور علامہ محمد اقبالؒ

آپؒ علامہ اقبالؒ کے ممدوح نہیں بلکہ شیداء بھی تھے۔اقبالؒ کے کلام کو خوب سمجھتے تھے فلسفہ خودی کو خوب گہرائی اور گیرائی سے ماپا۔اپنی محافل میں اکثر علامہؒ کے اشعار سے مخاطب ہوتے۔یہی وجہ ہے کہ آپ کے سالانہ اجتماع کے خطاب میں علامہ کا کلام ملتا ہے۔ آپ دورہ پر جب کبھی راولپنڈی تشریف لاتے محفل ذکر اور طعام سے فراغت کے بعد ، جناب پیر خان صاحب توحیدی ترنم سے کلام اقبال پڑھتے راقم اور دوسرے بھائی بھی ان کا ساتھ دیتے۔آپؒ بہت محظوظ ہوتے اور ہمیں خاص فیض قلبی سے نوازتے، عجیب سماں ہوتا تھا۔آہ وہ مرد قلندر

وہ مہرباں جو مہر سے محروم کر گیا
محرومیوں میں اس کی صدا کی تلاش ہے

یادگار محبت :

جنوری 2013ء ایک دن 9 بجے کے قریب عجیب باطنی کیفیت طاری ہوئی۔ دل نے جوش مارا کہ جناب ڈار صاحب کی خدمت میں حاضری دینی چاہیے۔ سوئے گوجرانوالا نکل پڑا۔ تقریباً 3 بجے مرکز پہنچا۔ آپؒ لاٹھی کے سہارے باہر تشریف لائے۔ بڑی دقت سے قدم اٹھا رہے تھے۔ معانقہ کیا پر تکلف چائے پیش کی۔ میں نے محسوس کیا کہ میں نے آپ کو تکلیف دی ہے اور معذرت خواہ بھی ہوا۔ واپسی کیلئے اجازت چاہی۔ آپ نے نہایت دل آویز تبسم فرمایا اور کہا کہ محبت میں اتنی دور سے آئے ہو ابھی بیٹھو۔ خوب پریم کی بات چیت ہوئی۔ بوقت رخصتی کافی دیر سینے سے لگائے رکھا۔ اپنی جگہ یہ ایک یادگار واقعہ ہے کمال یہ ہے کہ باطن پر جو اثر ہوا کیا عطاء ہوا۔ جان تو سکا ہوں لیکن اب تک سمجھنے سے قاصر ہوں لیکن ایک بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کی لذت اور چاشنی آج بھی محسوس ہو رہی ہے اور یہ کہ اکثر و بیشتر وہ گھڑی اور واقع دل و دماغ پر چھا جاتا ہے۔ عجب سرور اور لذت سے سرشار ہو جاتا ہوں محسوس تو کرتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔

ساز دل چھیڑ کے بھی، توڑ کے بھی دیکھ لیا
اس میں نغمہ ہی نہیں کوئی محبت کے سوا

عاجزانہ گزارش:

آپؒ کی شخصیت میں قول و فعل میں مطابقت، محبت کو صداقت پر قربان کرنے والا، خودداری، قناعت، سادگی، بے پناہ قوت عمل، اللہ سے اخلاص اور محبت کی سچی لگن سے آراستہ تھی۔ ہم نے انہی اصولوں پر آپ کے مشن کو یعنی روحانی تحریک کو آگے

بڑھانا ہے بلکہ تیز تر کی کوشش کرنی ہے۔آپؒ سے محبت اس کی متقاضی ہے۔خالی خولی محبت کا دعویٰ تحسین پیش کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔الٹا روزِ محشر رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔کاش ہم بھی اپنے ربّ سے ایسے ٹوٹ کر محبت کرسکیں جیسی ہمارے مرشد نے کی۔مصداق حدیث: جس نے محبت کی اللہ کے لئے کی اور بغض رکھا اللہ کے لئے ،دیا تو اللہ کیلئے، روکا تو اللہ کیلئے، اس نے ایمان کی تکمیل کی ۔ہم سب کو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے عمل کی توفیق عطاء فرمائے ۔ آمین۔

دعائے مغفرت

چوک اعظم سے مجاہد محمود کے خالو

جڑانوالہ سے محمد شفیق کے بھائی

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

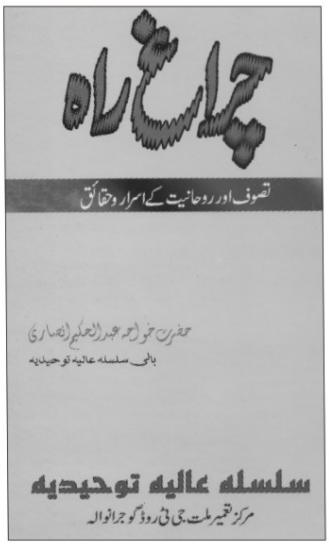

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات ،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔

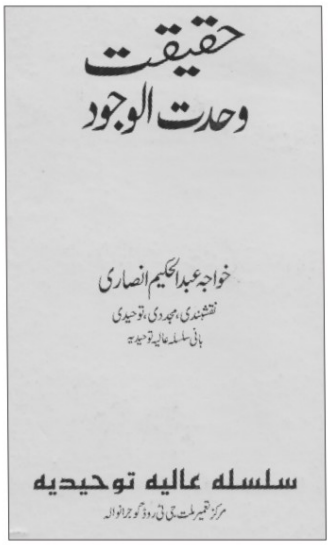

وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہوجانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com